بانی ومہتمم :مفتی محمد رضا قادری نقشبندی مصباحی خلیفہ حضور شیخ العالم وسربراہ اعلیٰ علما کونسل نیپال بفیض روحانی : مجمع الفضائل والبرکات،مظہر کمالات امام ربانی حضور شیخ العالم مولانا شاہ احمد رضا نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ قیادت :قائد ملت نیپال حضرت مولاناالحاج سید غلام حسین مظہری مرکزی صدر علما کونسل نیپال

R.N:5310 -2082/2083

نیپال اردو ٹائمز

Weekly
The NEPAL URDU TIMES

چیف ایڈیٹر: عبدالجبار علیمی نظامی

جلد نمبرا VOL:(1)

weeklynepalurdutimes@gamil.com

11 صفحات

16/اپریل 2026 مطابق 27/شوال المکرم 1447ھ/3گتے بیساکھ 2083

شمارہ نمبر ۸۵ ISSUE (85)

اسرائیل اور لبنان کے سربراہان آج تقریباً ۳۴سال بعد مذاکرات کریں گے

تل ابیب/واشنگٹن/ (ایجنسیاں)۔ مشرق وسطیٰ میں جاری کشیدگی اور آبنائے ہرمز میں امریکی ناکہ بندی کے درمیان اسرائیل اور لبنان کے سربراہان مملکت آج مذاکرات کرنے والے ہیں۔ دونوں ممالک کے سرکردہ رہنماؤں کے درمیان یہ بات چیت تقریباً ۳۴ سالوں میں پہلی بار اس طرح کی بات چیت ہے۔ دریں اثنا، ایران اور امریکہ کے درمیان جنگ بندی میں توسیع کے ساتھ ساتھ تہران اور واشنگٹن کے درمیان مذاکرات کی بحالی کے حوالے سے امیدیں بڑھ گئی ہیں۔امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے بدھ کی شام پہلے ہی ایسی پیش رفت کا اشارہ دیا تھا۔اب اسرائیل کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی وزیر گیلا گملیل نے تصدیق کی ہے کہ وزیر اعظم بنجمن نیتن یاہو آج لبنان کے صدر جنرل جوزف عون سے بات کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ، لبنان کے الجدید کی ایک رپورٹ کے مطابق، فی الحال وزیر اعظم بنجمن نیتن یاہو، لبنانی صدر جوزف عون، اور امریکی وزیر خارجہ مارکو روبیو کے درمیان سہ فریقی فون کال کا بندوبست کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ دی ٹائمز آف اسرائیل، فائنانشل ٹائمز، اور فاکس نیوز کے مطابق،اسرائیلی وزیر گیلا گملیل نے آرمی ریڈیو کو بتایا کہ وزیر اعظم بنجمن نیتن یاہو آج لبنانی صدر جوزف عون سے بات کریں گے۔انہوں نے کہا، وزیر اعظم پہلی بار لبنان کے صدر سے بات کریں گے، اور امید ہے کہ یہ قدم بالآخر خوشحالی کا باعث بنے گا۔ سیکیورٹی کیبنٹ کے رکن گیملیئل کا یہ بیان امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی سچائی سوشل پر ایک پوسٹ کے چند گھنٹے بعد سامنے آیا ہے۔تاہم، اپنی پوسٹ میں، ٹرمپ نے واضح طور پر یہ واضح نہیں کیا تھا کہ کن رہنماوں کے ساتھ بات چیت کرنا ہے۔

مزید برآں، ٹرمپ کی پوسٹ کے بعد، متعدد میڈیا اداروں نے رپورٹ کیا کہ ایک لبنانی اہلکار نے کہا ہے کہ ان کے پاس اسرائیل کے ساتھ آئندہ کسی رابطے کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں۔ غور طلب ہے کہ اس ہفتے کے شروع میں اسرائیل اور لبنان کے نمائندوں نے امریکی حمایت سے واشنگٹن میں ملاقات کی تھی۔ یہ دونوں ممالک کے درمیان اب تک کی اعلیٰ ترین سطح کی ملاقات ہے۔ دریں اثنا، ایک سینئر ایرانی اہلکار نے بتایا کہ تہران اور واشنگٹن نے ہفتوں سے جاری تنازع کو ختم کرنے کے لیے ایک معاہدے تک پہنچنے کی جانب کچھ پیش رفت کی ہے۔اس کے باوجود، تہران کے جوہری عزائم سمیت کئی اہم نکات اب بھی باقی ہیں۔اہلکار نے مزید کہا کہ پاکستان کے آرمی چیف، فیلڈ مارشل عاصم منیر کے کل تہران کے دورے سے بعض شعبوں میں اختلافات کو کم کرنے میں مدد ملی۔ اس سے جنگ بندی کو آگے بڑھانے اور تہران اور واشنگٹن کے درمیان مذاکرات کی بحالی کی امیدوں کو تقویت ملی ہے۔ لبنان میں امن کے ان اقدامات کے درمیان، صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے بدھ کی شام ٹروتھ سوشل پر پوسٹ کیا: اسرائیل اور لبنان کے درمیان تھوڑا سا ریلیف لانے کی کوشش۔ دونوں ممالک نے ایک دوسرے سے طویل عرصے سے بات نہیں کی ہے۔ تقریباً ۳۴ سال۔ یہ کل ہو گا۔ بہت اچھا۔ ٹروتھ سوشل پر ٹرمپ کی پوسٹ ایک رپورٹ کے بعد سامنے آئی جس میں کہا گیا تھا کہ اسرائیل اور حزب اللہ کے درمیان جنگ بندی کا اعلان چند دنوں میں کیا جا سکتا ہے۔رپورٹ میں اشارہ دیا گیا ہے کہ لبنانی حکام پر امید ہیں کہ دونوں فریقوں کے درمیان جلد ہی کوئی معاہدہ طے پا جائے گا۔ یہ معاہدہ ممکنہ طور پر اسی ہفتے بنت جبیل میں اسرائیلی فوجی آپریشن کے اختتام کے بعد نافذ العمل ہو جائے گا۔ اس تنازع کی وجہ سے امریکہ اور ایران کے درمیان جاری مذاکرات بھی کسی نتیجے پر پہنچنے میں ناکام رہے ہیں۔ قابل ذکر ہے کہ اسرائیل اور لبنانی دہشت گرد گروپ حزب اللہ کے درمیان لڑائی ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ اسرائیل ڈیفنس فورسز نے جنوبی لبنان کے رہائشیوں کو اپنے گھر خالی کرنے کی وارننگ جاری کی ہے۔اسرائیلی فوج کے ترجمان کرنل آویچائے ادرائی نے X پر کہا: حزب اللہ کی دہشت گردانہ کارروائیاں آئی ڈی ایف کو اس کے خلاف سخت کارروائی کرنے پر مجبور کر رہی ہیں۔ حملے جاری ہیں۔ اس لیے اپنی حفاظت کے لیے، اپنے گھر خالی کریں اور دریائے زہرانی کے شمال میں چلے جائیں۔ ایک الگ پوسٹ میں، اسرائیلی فوج نے اعلان کیا کہ اس نے جنوبی لبنان میں حزب اللہ کے متعدد جنگجوؤں کو ہلاک کر دیا ہے۔

ٹائم میگزین کی ۱۰۰ بااثر شخصیات میں وزیر اعظم بالین شاہ شامل

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی

کاٹھمانڈو بین الاقوامی شہرت یافتہ جریدہ ٹائم میگزین نے اپنی سالانہ ’’دنیا کی ۱۰۰ بااثر ترین شخصیات‘‘ کی فہرست جاری کر دی ہے، جس میں وزیر اعظم بالین شاہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ بدھ کے روز منظر عام پر آنے والی اس فہرست میں ان کی شمولیت کو عالمی سطح پر ایک اہم پیش رفت قرار دیا جا رہا ہے۔ٹائم میگزین کے مطابق، بالین شاہ نے نوجوانوں کی تحریک کی بنیاد پر روایتی سیاسی قیادت کو چیلنج کرتے ہوئے ایک نئی قیادت کو فروغ دیا اور وزیر اعظم کے منصب تک پہنچنے میں کامیابی حاصل کی۔ جریدے نے اس بات پر بھی روشنی ڈالی کہ وہ کٹھمنڈو کے میئر کے عہدے سے ترقی کرتے ہوئے آج تین کروڑ نیپالی عوام کی قیادت کر رہے ہیں، جو ان کی غیر معمولی سیاسی بصیرت اور عوامی مقبولیت کا مظہر ہے۔ رپورٹ میں ان کے ایک متنازع سوشل میڈیا بیان کا بھی حوالہ دیا گیا، جس میں انہوں نے کہا تھا: ’’پرانے ہوں یا نئے، سبھی رہنما چور ہیں۔‘‘ ٹائم میگزین کے مطابق، نیپالی عوام اب اس بات کے منتظر ہیں کہ وہ اپنی قیادت اور عملی اقدامات کے ذریعے اس تاثر کو غلط ثابت کریں واضح رہے کہ ٹائم میگزین ہر سال مختلف شعبوں میں نمایاں کارکردگی دکھانے والی عالمی شخصیات کی فہرست جاری کرتا ہے، جس میں سیاست، معیشت، ثقافت اور سماجی میدانوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہوتے ہیں۔ اس فہرست میں بالین شاہ کی شمولیت نیپال کے لیے ایک قابل فخر اور تاریخی لمحہ سمجھی جا رہی ہے

تمام ہوائی اڈوں پر ۲۴ گھنٹے کے اندر بریسٹ فیڈ نگ روم قائم کرنے کی ہدایات

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
کاٹھمانڈو

حکومت نے دارالحکومت کاٹھمنڈو کے تریبھون بین الاقوامی ہوائی اڈے سمیت ملک بھر کے تمام ہوائی اڈوں پر ۲۴ گھنٹوں کے اندر محفوظ دودھ پلانے اور بچوں کی دیکھ بھال کے کمرے قائم کرنے کی ہدایت کی ہے۔نیپال کی شہری ہوابازی کی وزارت نے ہفتے کے روز ہدایت کی ہے کہ صاف محفوظ اور رازداری کو بڑھانے والے بریسٹ فیڈنگ اور بچوں کی دیکھ بھال کے کمرے ہوائی اڈوں پر چلائے جائیں اور ضرورت کے مطابق آپ گریڈ کیے جائیں۔ وزارت کے سکریٹری مکند پرساد نیرولا کی طرف سے جاری کردہ ہدایات کے مطابق بیمار اور خصوصی ضرورت والے مسافروں کے لیے پرائمری کیئر رومز کو بھی چلانے کے لیے کہا گیا ہے۔ ہوائی اڈوں کی صفائی کو بین الاقوامی معیار کے مطابق لانے، روزانہ کی صفائی کے لیے لاگ بک کا نظام نافذ کرنے اور عالمی ادارہ صحت اور انٹرنیشنل سول ایوی ایشن آرگنائزیشن کے طے کردہ صحت کے معیارات پر عمل کرنے کی بھی ہدایات دی گئی ہیں۔ اسی طرح ریسٹ رومز میں خواتین مسافروں کے لیے مفت سینیٹری پیڈ فراہم کرنے کے انتظامات کیے گئے ہیں۔ وزارت نے تمام مسافروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ان ہدایات پر عمل درآمد کریں اور وزارت کو معلومات فراہم کریں۔ ساتھ ہی عام شہریوں اور مسافروں سے اپیل کی گئی ہے کہ اگر ان ہدایات پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے تو وہ وزارت شہری ہوا بازی کے انفارمیشن آفیسر کو آگاہ کریں

وزیر اعظم بالیندر شاہ نے ۱۵ دن کے اندر ہی ایک وزیر کو برطرف کر دیا۔

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
کاٹھمانڈو

وزیر اعظم بالیندر شاہ نے اپنے دور اقتدار کے آغاز کے صرف پندرہ دن بعد ہی ایک وزیر کو ان کے عہدے سے ہٹا دیا ہے۔ محنت روزگار اور سماجی تحفظ کے وزیر دیپک کمار شاہ نے اپنی اہلیہ جونو شریستھا کو ہیلتھ انشورنس بورڈ کی رکن کے طور پر دوبارہ تعینات کرنے کا متنازعہ فیصلہ کیا تھا۔ مزید برآں اس کا پس منظر تنازعات میں گھرا ہوا تھا۔ اس کے بعد راشٹریہ

پارٹی آر ایس وی پی کے صدر روی لامچھانے نے وزیر اعظم کو ایک خط لکھا جس میں وزیر شاہ پر اپنے عہدے کا غلط استعمال کرنے کا الزام لگایا۔ جس کے بعد وزیر اعظم شاہ نے آج انہیں ان کے عہدے سے ہٹا دیا۔ شاہ کو صرف ۱۳ دن پہلے ہی وزیر بنایا گیا تھا۔ آر ایس وی پی کے سربراہ لامچھانے نے اس معاملے میں ضروری سنجیدگی کے فقدان پر صحت اور آبادی کی وزیر نشا مہتا کو وارننگ دینے کی بھی سفارش کی تھی۔ اس سفارش کی بنیاد پر وزیر اعظم شاہ نے وزیر مہتا کو بھی خبردار کیا ہے۔

سابق وزیر اعظم شیر بہادر دیوبا کے خلاف گرفتاری وارنٹ جاری

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
کاٹھمانڈو

بالیندر شاہ کی قیادت میں بنی نئی حکومت مسلسل ایکشن موڈ میں ہے۔ اب ملک کے سابق وزیر اعظم شیر بہادر دیوبا کے خلاف گرفتاری وارنٹ جاری کیا گیا ہے۔ ان کے خلاف بدعنوانی اور منی لانڈرنگ کا معاملہ درج ہوا ہے۔ گزشتہ کچھ دنوں میں نیپال میں کئی لیڈران کے خلاف کارروائی کی گئی ہے اور دیوبا ان میں شامل ہونے والی نئی شخصیت ہیں۔ ۷۹ سالہ شیر بہادر دیوبا فی الحال نیپال کے باہر ہیں اور علاج کرا رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میرے اور میرے خاندان کے خلاف عائد کردہ بدعنوانی کے الزام غلط ہیں۔ یہ تمام الزامات سیاسی طور پر محرک ہیں۔ سابق وزیر اعظم نے سوشل میڈیا پر کہا کہ میرے خاندان کی جائیدادوں کے بارے میں غلط پروپیگنڈہ پھیلایا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ میرے خلاف لگائے گئے تمام الزامات غلط ہیں۔ میری زندگی کھلی کتاب کی طرح ہے۔ واضح رہے کہ شیر بہادر دیوبا کے گھر سے جین زی تحریک کے دوران بڑے پیمانے جلے ہوئے نوٹ برآمد ہوئے تھے۔ اس تعلق سے میڈیا میں کافی بحث ہوئی تھی اور تصاویر بھی سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی تھیں۔ اس کی فارنسک تحقیقات کرائی گئی تھی، جس میں تصدیق ہوئی کہ یہ ٹکرے اصل کرنسی کے تھے۔ اس کے بعد بڑے پیمانے تحقیقات شروع کی گئی۔ منی لانڈرنگ انویسٹی گیشن ڈپارٹمنٹ نے رپورٹ تیار کرنے کے لیے دیوبا کی رہائش کا دورہ کیا تھا۔ نیپال کی اتھارٹیز نے دیوبا کے علاوہ ان کی اہلیہ، سابق وزیر خارجہ آرزو رانا دیوبا کے خلاف بھی وارنٹ جاری کیا ہے۔ اس معاملہ میں منی لانڈرنگ انویسٹی گیشن ڈپارٹمنٹ نے سفارش کی تھی کہ دیوبا اور ان کی اہلیہ کے خلاف وارنٹ جاری ہو۔ دیوبا کا کہنا ہے کہ فی الحال میں اور میری اہلیہ علاج کے سلسلے میں ملک سے باہر ہیں، واپسی میں کافی وقت لگے گا۔ نیپالی میڈیا کا کہنا ہے کہ دیوبا اور ان کی اہلیہ کچھ روز قبل سنگاپور میں پائے گئے تھے۔ ان کی گرفتاری کے لیے پولیس انٹرپول نوٹس جاری کرا سکتی ہے۔

خصوصی کالم برائے مراسلات

معزز قارئین کرام: السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ نیپال اردو ٹائمز ہمالیہ کی وادیوں سے اردو صحافت کا روشن مینار ہے جس کے ذریعے سے ملک نیپال میں اردو صحافت کو فروغ دینے کے لیے ہماری ٹیم سرگرم عمل ہے، قارئین حضرات سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اخبار کو پڑھیں اور اپنی آرا ہمیں ارسال فرما کر شکریہ کا موقع فراہم کریں۔

ایوان نمائندگان اسپیکر کی تین گاڑیوں کو غلط لین میں چلانے پر ٹریفک چالان کاٹا گیا۔

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی

کاٹھمانڈو پولیس نے نیپال کے ایوان نمائندگان کے اسپیکر ڈول پرساد آریال ڈی پی آریال کی تین گاڑیوں کے خلاف ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کرنے پر کارروائی کی گئی ہے۔ بدھ کے روز کاٹھمنڈو کے تھاپاتھلی سے سنگھادربار جاتے ہوئے، ان کی گاڑیوں کو لین کراس کرنے پر جرمانہ کیا گیا۔ ٹریفک پولیس نے سنگھادربار پہنچنے پر جرمانے کیے۔ اسپیکر کی ایسکارٹ گاڑیوں کو بھی جرمانہ کیا گیا۔ کاٹھمنڈو ٹریفک پولیس کے ایس ایس پی نوراج ادھیکاری نے کہا کہ اسپیکر آریال کی گاڑیوں نے تھاپاتھلی علاقے میں ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کی تھی جس کے بعد ٹریفک پولیس سنگھادربار پہنچی اور ان کا چالان جاری کیا۔ پہلے وی وی آئی پی گاڑیوں پر لین کی خلاف ورزی پر کارروائی نہیں کی جاتی تھی لیکن وزیر داخلہ سودان گرونگ نے واضح کیا کہ ٹریفک قوانین سب پر یکساں لاگو ہوتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی ہدایت کی کہ وی آئی پیز عام شہریوں کی تکلیف کا باعث نہ بنیں

امریکی وزیر دفاع کے خلاف مواخذے کی تیاری، ایران جنگ کے درمیان مشکلات میں اضافہ

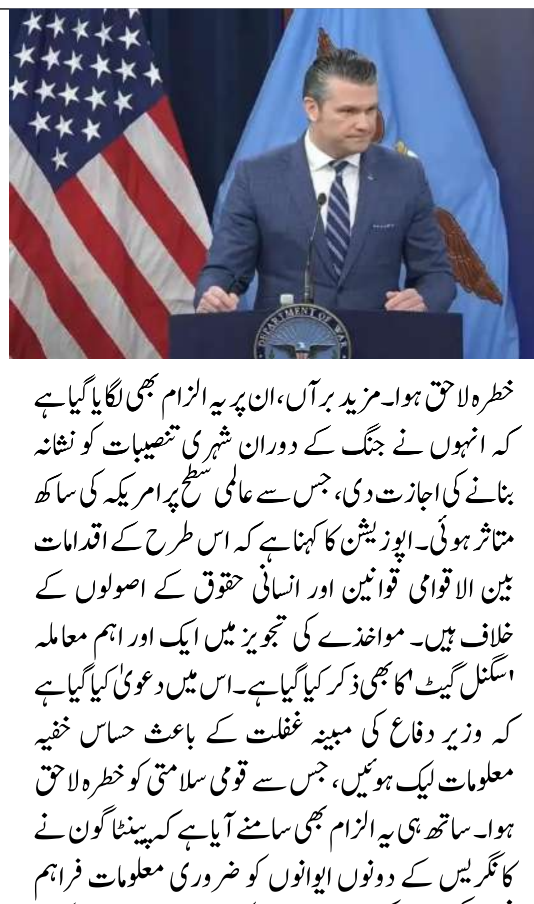

واشنگٹن:(ایجنسیاں)ایران کے ساتھ جاری کشیدگی کے دوران امریکی سیاست میں ہلچل تیز ہو گئی ہے، جہاں اپوزیشن ڈیموکریٹک پارٹی نے وزیر دفاع پیٹ ہیگسیتھ کے خلاف مواخذے کی کارروائی شروع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ایوان نمائندگان میں اس حوالے سے باضابطہ تجویز پیش کیے جانے کے بعد ان کی سیاسی پوزیشن کمزور ہوتی دکھائی دے رہی ہے، اگرچہ فی الحال اپوزیشن کے پاس مطلوبہ اکثریت موجود نہیں ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق ڈیموکریٹ اراکین نے وزیر دفاع پر پانچ بڑے الزامات عائد کیے ہیں۔ رکن کانگریس یاسمین انصاری کی جانب سے پیش کیے گئے سات صفحات پر مشتمل مواخذہ مسودے پر آٹھ دیگر ارکان نے بھی دستخط کیے ہیں۔ ان الزامات میں سب سے اہم یہ ہے کہ وزیر دفاع نے کانگریس کی اجازت کے بغیر ایران کے خلاف جنگی کارروائی شروع کی، جس سے نہ صرف آئینی اصولوں کی خلاف ورزی ہوئی بلکہ امریکی فوجیوں کی جان کو بھی خطرہ لاحق ہوا۔ مزید برآں، ان پر یہ الزام بھی لگایا گیا ہے کہ انہوں نے جنگ کے دوران شہری تنصیبات کو نشانہ بنانے کی اجازت دی، جس سے عالمی سطح پر امریکہ کی ساکھ متاثر ہوئی۔ اپوزیشن کا کہنا ہے کہ اس طرح کے اقدامات بین الاقوامی قوانین اور انسانی حقوق کے اصولوں کے خلاف ہیں۔ مواخذے کی تجویز میں ایک اور اہم معاملہ "سگنل گیٹ" کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ وزیر دفاع کی مبینہ غفلت کے باعث حساس خفیہ معلومات لیک ہوئیں، جس سے قومی سلامتی کو خطرہ لاحق ہوا۔ ساتھ ہی یہ الزام بھی سامنے آیا ہے کہ پینٹاگون نے کانگریس کے دونوں ایوانوں کو ضروری معلومات فراہم نہیں کیں اور کئی اہم تفصیلات کو دانستہ طور پر چھپایا گیا۔ ڈیموکریٹ لیڈروں نے وزیر دفاع پر یہ الزام بھی عائد کیا ہے کہ وہ فوج کے اندر تنوع اور شمولیت کی پالیسیوں کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جس سے امریکی فوج کی کارکردگی متاثر ہو سکتی ہے۔ ان کے مطابق یہ اقدامات نہ صرف ادارہ جاتی توازن کے خلاف ہیں بلکہ عوامی مفاد کے بھی منافی ہیں۔ سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ موجودہ صورتحال میں وزیر دفاع کو عہدے سے ہٹانے کے لیے ایوانِ نمائندگان اور سینیٹ دونوں میں بڑی اکثریت درکار ہوگی۔ اطلاعات کے مطابق اس عمل کے لیے سینیٹ میں تقریباً ۷۵ اور ایوان نمائندگان میں ۳۲۵ ارکان کی حمایت ضروری ہے، جو فی الحال ڈیموکریٹس کے پاس موجود نہیں۔ تاہم اگر حکمران ڈونلڈ ٹرمپ کی جماعت کے کچھ ارکان بھی اپوزیشن کا ساتھ دیتے ہیں تو وزیر دفاع کے لیے مشکلات میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔ سیاسی حلقوں میں یہ بھی زیر بحث ہے کہ حالیہ دنوں میں ایران سے متعلق پالیسی کی ذمہ داری وزیر دفاع پر ڈالے جانے کے بعد ان پر دباؤ بڑھ گیا ہے۔ فی الحال یہ معاملہ امریکی سیاست میں ایک نئے بحران کی شکل اختیار کر چکا ہے اور آنے والے دنوں میں اس کے اثرات مزید واضح ہونے کی توقع ہے۔

امریکہ اور ایران کے درمیان مذاکرات شروع ہونے کی امیدیں بڑھ گئیں

قاہرہ:(ایجنسیاں) امریکہ اور ایران کے درمیان جاری کشیدگی کے باوجود ایک بار پھر مذاکرات شروع ہونے کی امیدیں بڑھ گئی ہیں، جب صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے کہا کہ آئندہ ایک دو دن میں مغربی ایشیا میں امن کے لیے دوسرے دور کی بات چیت ہو سکتی ہے۔ ادھر امریکی فوج کا کہنا ہے کہ ایرانی بندرگاہوں کی ناکہ بندی مکمل طور پر مؤثر ہو چکی ہے، جبکہ ایران نے خطے میں موجود اہداف پر حملہ کر کے جوابی کارروائی کی دھمکی بھی دی ہے۔ ٹرمپ نے منگل کے روز کہا کہ مذاکرات کا دوسرا دور "اگلے دو دنوں میں" شروع ہو سکتا ہے۔ انہوں نے نیویارک پوسٹ کو بتایا کہ سفارتی ذرائع سے بات چیت بحال کرنے کی کوششیں جاری ہیں اور یہ مذاکرات اسلام آباد میں ہو سکتے ہیں۔ علاقائی حکام کے مطابق، امریکہ اور ایران اصولی طور پر جنگ بندی میں مزید دو ہفتوں کی توسیع پر متفق ہو گئے ہیں، جو ۲۲ اپریل کو ختم ہونے والی تھی، تاکہ سفارتی حل کے لیے مزید وقت حاصل کیا جا سکے۔ ثالثی کی کوششوں میں شامل ایک عہدیدار نے بتایا کہ ثالث تین اہم متنازع نکات - ایران کا جوہری پروگرام، آبنائے ہرمز، اور جنگ کے دوران ایران کو ہونے والے نقصانات کے معاوضے - پر اتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انتونیو گوتریس نے پاکستان کے وزیر خارجہ اسحاق ڈار سے ملاقات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ مذاکرات دوبارہ شروع ہونے کے "واضح امکانات" موجود ہیں۔ پاکستان کے وزیر اعظم کے دفتر کے مطابق، وزیر اعظم شہباز شریف بدھ کے روز سعودی عرب کا دورہ کریں گے کیونکہ پاکستان نئی بات چیت میں ثالثی کی کوششوں میں مصروف ہے، اور اس کے بعد وہ جمعہ کو ترکی میں شروع ہونے والے انطالیہ ڈپلومیسی فورم میں شرکت کریں گے۔

جنگ کے خاتمے کی امیدوں کے باعث تیل کی قیمتوں میں کمی آئی ہے، جبکہ امریکی اسٹاک مارکیٹ میں تیزی دیکھی گئی ہے اور یہ جنوری میں بننے والی ریکارڈ سطح کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اسی دوران، امریکی محکمہ خارجہ کے مطابق واشنگٹن میں اسرائیل اور لبنان کے سفیروں کے درمیان دہائیوں بعد پہلی براہ راست ملاقات مثبت انداز میں مکمل ہوئی۔ اسرائیلی سفیر یخیئیل لیٹر نے کہا کہ دونوں ممالک لبنان کو شدت پسند تنظیم حزب اللہ سے آزاد کرانے کے معاملے پر متفق ہیں۔ لبنان کی سفیر ندا حمادہ معواد نے اس ملاقات کو "تعمیری" قرار دیا، تاہم انہوں نے اسرائیل اور ایران کی حمایت یافتہ حزب اللہ کے درمیان جاری تنازع ختم کرنے پر زور دیا۔ مارچ سے جاری اس جنگ کے باعث لبنان میں دس لاکھ سے زائد افراد بے گھر ہو چکے ہیں۔ اسرائیل اور لبنان ۱۹۴۸ میں اسرائیل کے قیام کے بعد سے تکنیکی طور پر حالتِ جنگ میں ہیں، اور اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات کے معاملے پر لبنان میں اب بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ امریکہ اور ایران کے درمیان مستقل امن کے لیے گزشتہ ہفتے پاکستان میں ہونے والے مذاکرات بے نتیجہ رہے تھے۔ وائٹ ہاؤس کے مطابق ایران کا جوہری پروگرام اس تعطل کی بنیادی وجہ ہے۔ پاکستان کے وزیر خزانہ محمد اورنگزیب نے ایسوسی ایٹڈ پریس سے گفتگو میں کہا، "ہماری قیادت امریکہ اور ایران کے درمیان تنازع ختم کرانے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔" اگرچہ جنگ بندی میں توسیع کے آثار نظر آ رہے ہیں، تاہم اسٹریٹجک اہمیت کی حامل آبنائے ہرمز پر کشیدگی کے باعث تنازع کے دوبارہ بھڑکنے کا خدشہ برقرار ہے۔ امریکی سینٹرل کمانڈ کے مطابق ابتدائی ۲۴ گھنٹوں میں کوئی بھی جہاز ناکہ بندی عبور نہیں کر سکا، جبکہ چھ تجارتی جہاز امریکی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے واپس مڑ گئے اور ایرانی حدود میں داخل نہیں ہوئے۔ اس ناکہ بندی کا مقصد ایران پر دباؤ ڈالنا ہے، جس نے ۲۸ فروری کو جنگ شروع ہونے کے بعد سے لاکھوں بیرل تیل برآمد کیا ہے، جن میں سے زیادہ تر ایشیا کو بھیجا گیا۔

سعودی عرب نے غزہ کے عوام کے لیے امداد کا بڑا قافلہ روانہ کیا

ریاض:(ایجنسیاں)سعودی عرب نے غزہ کی پٹی کے لیے ایک نیا انسانی امدادی قافلہ روانہ کیا ہے، جو مرکزِ شاہ سلمان برائے امداد و انسانی خدمات کی جانب سے فراہم کیا گیا ہے۔ اس قافلے میں خوراک کے بڑے ذخائر اور غذائی اشیائ شامل ہیں، جو فلسطینی عوام کی مدد کے لیے جاری عوامی مہم کا حصہ ہیں۔ امدادی سامان کو غزہ میں شریک ادارے 'سعودی مرکز برائے ثقافت و ورثہ' نے وصول کیا، جو زمینی سطح پر اس کی تقسیم کا ذمہ دار ہے۔ یہ ٹیمیں مختلف علاقوں میں امداد پہنچانے اور فوری تقسیم کو یقینی بنانے کے لیے سرگرم ہیں، خاص طور پر ان خاندانوں تک جو انتہائی مشکل حالات میں زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ امدادی کارروائیاں منظم طریقہ کار کے تحت انجام دی جا رہی ہیں، جن میں ان خاندانوں کو ترجیح دی جا رہی ہے جنہوں نے اپنے کفیل کھو دیے ہیں یا جن کی سربراہی خواتین کر رہی ہیں۔ یہ اقدام سعودی قیادت شاہ سلمان بن عبدالعزیز اور ولی عہد محمد بن سلمان کی ہدایت پر جاری ہے، جس کے تحت غزہ کے لیے فضائی، بحری اور زمینی امدادی پلوں کو مزید فعال کیا جا رہا ہے۔ حالیہ اعداد و شمار کے مطابق اس عوامی مہم کے ذریعے اب تک ۷۵۱ ملین ریال سے زائد عطیات جمع ہو چکے ہیں، جن میں ۲۰ لاکھ سے زیادہ افراد نے حصہ لیا ہے۔ یہ مہم خوراک، رہائش، طبّی امداد اور بنیادی ڈھانچے کی بحالی جیسے مختلف انسانی شعبوں میں فلسطینی عوام کی مدد اور ان کے مصائب میں کمی کے لیے کام کر رہی ہے۔

لبنان کی صورتحال پر دس ممالک کو تشویش

اوٹاوا:(ایجنسیاں) کینیڈا دس ممالک، جن میں آسٹریلیا، برازیل، کینیڈا، کولمبیا، انڈونیشیا، جاپان، اردن، سیرا لیون، سوئٹزرلینڈ اور برطانیہ شامل ہیں، نے لبنان میں بگڑتی ہوئی انسانی اور بے گھر ہونے کی صورتحال پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے اور تنازعہ والے علاقوں میں انسانی امداد کے کارکنوں کے تحفظ کا مطالبہ کیا ہے۔ منگل کو (مقامی وقت کے مطابق) جاری مشترکہ بیان میں ان ممالک نے کہا کہ وہ "لبنان میں بگڑتی ہوئی انسانی صورتحال اور نقل مکانی کے بحران پر شدید تشویش" رکھتے ہیں اور خطے میں فوری طور پر جنگ بندی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بیان میں مزید کہا گیا، "ہم امریکہ، اسرائیل اور ایران کے درمیان طے پانے والی جنگ بندی کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہم لبنان میں فوری طور پر دشمنی کے خاتمے کا مطالبہ کرتے ہیں۔"

دستخط کنندگان نے زور دیا کہ جاری تنازع کے دوران عام شہریوں اور شہری تنصیبات کا ہر حال میں تحفظ یقینی بنایا جانا چاہیے، اور زمینی سطح پر کام کرنے والے انسانی امدادی عملے کی سلامتی کو یقینی بنانے کی ضرورت پر بھی زور دیا۔ بیان میں کہا گیا، "انسانی امداد کے کارکن، جو سب سے زیادہ کمزور افراد کی مدد اور حفاظت کے لیے خود کو وقف کرتے ہیں، ان کا احترام اور تحفظ کیا جانا چاہیے۔" ان ممالک نے امدادی کارکنوں کو خطرے میں ڈالنے والے حملوں کی سخت مذمت کی اور اس بات کا اعادہ کیا کہ تمام فریقین کو ہر حال میں بین الاقوامی انسانی قانون کی پاسداری کرنی چاہیے۔ انہوں نے کہا، "ایسے حملے جو انسانی امداد کے کارکنوں کی حفاظت اور سلامتی کو خطرے میں ڈالیں، فوری طور پر بند ہونے چاہئیں۔ تنازع کے تمام فریقین کو ہر حال میں بین الاقوامی انسانی قانون کی پابندی کرنی چاہیے۔"

بیان میں مزید کہا گیا کہ بین الاقوامی انسانی قانون کی پابندی انسانی وقار کے تحفظ، شہریوں کو نقصان کم کرنے اور انسانی امداد کی مسلسل فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے ضروری ہے۔ ان ممالک نے اقوام متحدہ کے امن دستوں کے اہلکاروں کے قتل کی بھی مذمت کی اور خبردار کیا کہ جنوبی لبنان میں انسانی امدادی کارکنوں کو درپیش خطرات میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

بیان میں کہا گیا، "ہم ان اقدامات کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کرتے ہیں جن کے نتیجے میں اقوام متحدہ کے امن دستے کے اہلکار ہلاک ہوئے اور جنوبی لبنان میں انسانی امدادی عملے کو درپیش خطرات میں نمایاں اضافہ ہوا۔" انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزیوں، خاص طور پر انسانی امدادی کارکنوں کو نشانہ بنانے یا ان کے کام میں رکاوٹ ڈالنے والوں کے خلاف احتساب ضروری ہے۔ دستخط کنندگان نے ستمبر ۲۰۲۵ میں ۱۰۰ سے زائد ممالک کی جانب سے شروع کیے گئے اس اعلان کا بھی حوالہ دیا، جس کا مقصد تنازعہ والے علاقوں میں انسانی امدادی کارکنوں کے تحفظ کو مضبوط بنانا ہے۔ بیان کے اختتام پر کہا گیا، "ہم مل کر کام جاری رکھیں گے تاکہ دوسروں کی جان بچانے والے افراد کو اپنی جان قربان نہ کرنی پڑے۔"

"یہ پیش رفت لبنان میں اسرائیل اور حزب اللہ کے درمیان سرحد پار جھڑپوں کے دوران اقوام متحدہ کے عبوری فورس برائے لبنان (UNIFIL) کے اہلکاروں کے ہلاک ہونے کی خبروں کے بعد سامنے آئی ہے۔ اس سے قبل ۷ اپریل کو اسرائیلی دفاعی افواج (IDF) نے ایک لاجسٹک قافلے کو روکنے کے بعد یو این آئی فل کے ایک امن اہلکار کو مختصر طور پر حراست میں لیا تھا۔ یو این آئی فل کے مشن سربراہ اور فورس کمانڈر اور اس کے رابطہ شعبے کی فوری مداخلت کے بعد، اس اہلکار کو ایک گھنٹے کے اندر رہا کر دیا گیا۔ اقوام متحدہ کے کسی بھی امن اہلکار کو حراست میں لینا بین الاقوامی قانون کی واضح خلاف ورزی ہے، اسی طرح امن دستوں کی ذمہ داریوں میں رکاوٹ ڈالنا بھی قرارداد ۱۷۰۱ کی خلاف ورزی شمار ہوتا ہے۔

روس: امارات کا خلیج میں کشیدگی پر تبادلہ خیال

ماسکو:(ایجنسیاں)
روسی وزارتِ خارجہ نے بتایا کہ روس کے وزیرِ خارجہ سرگئی لاوروف نے منگل کو متحدہ عرب امارات کے ہم منصب عبداللہ بن زاید النہیان سے فون پر بات کی۔ وزراء نے اسلام آباد میں امریکہ - ایران مذاکرات کے بعد خلیج کی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا اور فوری و مستقل جنگ بندی اور سفارتی کوششیں جاری رکھنے پر زور دیا

چین کے نائب وزیر خارجہ کی اچانک برطرفی

بیجنگ:(ایجنسیاں)
چین میں ایک اہم سفارتی پیش رفت کے دوران سینئر سفارتکار سن ویڈونگ کو اچانک نائب وزیر خارجہ کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا ہے، جس نے سیاسی حلقوں میں سوالات کھڑے کر دیئے ہیں۔ چین کی وزارت انسانی وسائل نے اپنی ویب سائٹ پر جاری ایک مختصر بیان میں برطرفی کی تصدیق کی، تاہم اس فیصلے کی وجوہات یا وقت کے حوالے سے کوئی تفصیلات فراہم نہیں کی گئیں۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ چین میں اعلیٰ سطحی عہدیداروں کی اچانک برطرفیاں اکثر اندرونی احتسابی عمل یا پالیسی تبدیلیوں کا حصہ ہوتی ہیں، تاہم حکام کی جانب سے خاموشی اس معاملے کو مزید پیچیدہ بنا رہی ہے

ایران میں موساد سے مبینہ روابط پر ۱۴ افراد گرفتار

تہران:(ایجنسیاں) ایران کے شمالی صوبے گیلان میں پاسدارانِ انقلاب نے موساد سے مبینہ روابط رکھنے والے ۱۴ افراد کو گرفتار کر لیا۔ ایرانی سرکاری خبر رساں ادارے کے مطابق یہ گرفتاریاں آئی آر جی سی کے انٹیلی جنس

اہلکاروں کی کارروائی کے نتیجے میں عمل میں آئیں، جنہوں نے مبینہ طور پر موساد سے وابستہ ایجنٹس کو حراست میں لیا۔ رپورٹ کے مطابق گرفتار افراد پر الزام ہے کہ انہوں نے موساد حکام کو جنگ کے دوران انٹرنیٹ کے ذریعے حساس فوجی اور سیکیورٹی تنصیبات کی تصاویر دیں اور ان کی نشاندہی کی۔ اس سے قبل اسرائیلی انٹیلی جنس ایجنسی موساد کے لیے کام کرنے والے ۳۵ افراد کو گرفتار کیا گیا تھا۔ حکام کا کہنا ہے کہ یہ گرفتاریاں ایران کے ۶ صوبوں میں عمل میں آئی ہیں، گرفتار کیے جانے والے افراد اسلحے کی ایران میں اسمگلنگ میں ملوث تھے

۶۴۸ ویں عرس شریف حضرت خواجہ سید تاج الدین شیر سوار بسواکلیان کا کامیاب انصرام

نمائندہ، نیپال اردو ٹائمز
سید ظہیر احمد فنا
مرکزی سرخی
فرض نمازوں کے ساتھ تہجد کا اہتمام بھی کریں: ضیاءالحسن جاگیردار سجادہ نشین
اہم تفصیلات
مقام: بسواکلیان، ضلع بیدر۔
تاریخ: یہ عرس ۱۰ تا ۱۲ اپریل (مطابق ۲۱ تا ۲۳ شوال المکرم) منعقد ہوا۔
صدارت: حضرت شاہ محمد ضیاء الحسن جاگیردار (سجادہ نشین و متولی بارگاہ شیر سوار) نے تقریبات کی نگرانی اور صدارت کی۔
پروگرام کے چیدہ چیدہ نکات
صندل مبارک: عرس کا آغاز ۱۰ اپریل کو صندل مبارک کے جلوس سے ہوا جو بارگاہِ حسین سے نکل کر مختلف شاہراہوں سے ہوتا ہوا درگاہِ عالیہ پہنچا۔
خلافت کی تفویض: ہفتہ کی شب بعد نمازِ فجر، سجادہ نشین نے اپنے ۶ منتخب مریدین کو خلافت سے نوازا۔ اس موقع پر انہوں نے نصیحت کی کہ خلافت محض ایک لقب نہیں بلکہ ایک بھاری ذمہ داری ہے جس میں آزمائشیں بھی آتی ہیں۔
جلسہ عظمت اولیاء: درگاہ کے احاطے میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مشاہیر علماء کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔
تہجد کی تاکید: ضیاء الحسن جاگیردار نے اپنے خطاب میں اس بات پر زور دیا کہ ولایت کا درجہ اس وقت تک نہیں ملتا جب تک بندہ ارکانِ اسلام، پانچ وقت کی نماز اور خاص طور پر تہجد کا پابند نہ ہو۔ انہوں نے افسوس ظاہر کیا کہ لوگ دنیاوی کاموں میں اتنے مگن ہیں کہ آخرت کی فکر بھول گئے ہیں۔
دیگر رسومات: عرس کے دوران چراغاں، محفلِ ذکر، قراتِ کلام پاک، نعت خوانی اور منقبت کے پروگرام پیش کیے گئے۔ ۱۲ اپریل کو قل کی تقریب کے بعد تبرکات تقسیم کیے گئے۔
شرکاء رپورٹ میں مفتی محمد حنیف قادری (حیدرآباد)، مولانا مفتی سید شاہ حسینی پیران، اور دیگر مقامی و بیرونی علماء کے نام شامل ہیں جنہوں نے اس روحانی اجتماع میں شرکت کی۔

وزیر اعظم کا ہندوستان کا دورہ دونوں ممالک کے درمیان ایجنڈے کو حتمی شکل دینے کے بعد ہی ہوگا: کھنال

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
کاٹھمانڈو

نیپال کے وزیر خارجہ سیسر کھنال نے واضح کیا ہے کہ نیپال کے وزیر اعظم بالیندر شاہ کے دورہ ہندوستان کی تاریخوں کا تعین دونوں ممالک کے درمیان دورے کے ایجنڈے کو حتمی شکل دینے کے بعد ہی کیا جائے گا۔ ماریشس میں منعقدہ انڈین اوشین کانفرنس میں شرکت کے بعد آج نیپال واپسی پر وزیر خارجہ نے وزیر اعظم بالیندر شاہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے وزیر اعظم کو ماریشس میں کانفرنس کے دوران مختلف وزرائے خارجہ بشمول ہندوستان کے وزیر خارجہ کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کے بارے میں آگاہ کیا۔ وزیر اعظم سے ملاقات کے بعد صحافیوں سے بات کرتے ہوئے وزیر خارجہ کھنال نے کہا کہ ہندوستانی وزیر اعظم کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا ہے تاہم دورے کی مخصوص تاریخیں ابھی طے نہیں ہوئیں انہوں نے مزید کہا کہ ہندوستان کے وزیر خارجہ کی ساتھ ان کی حالیہ بات چیت کے دوران بھی اس موضوع پر بات ہوئی تھی۔ نیپال میں نئی حکومت کی جانب سے اپنی ترجیحات اور دونوں ممالک کی متعلقہ وزارتوں پر مشتمل تکنیکی طریقہ کار اپنا تیاری کا کام مکمل کر لینے کے بعد ایک اعلیٰ سطح کا سیاسی دورہ کیا جائے گا۔ کھنال نے نوٹ کیا کہ نیپال اور ہندوستان کے درمیان ۴۰ سے زیادہ دو طرفہ میکانزم (ادارہ) جاتی فریم ورک ہیں، جن میں سے کچھ فی الحال غیر فعال ہیں۔ انہوں نے مزید زور دیا کہ بعض میکانزم کو دوبارہ فعال کرنا ضروری ہے

وزیر تعلیم سے برطانوی سفیر کی ملاقات، تعلیمی شعبوں سے متعلق امور پر بات چیت

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی

کاٹھمانڈو: نیپال میں برطانیہ کے سفیر روب فین نے وزیر تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی سسمیت پوکھرل سے بشکریہ ملاقات کی ملاقات میں نیپال اور برطانیہ کے درمیان تعلیمی اور کھیلوں کے شعبوں میں تعاون کو مزید مضبوط بنانے پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ وزیر تعلیم نے نیپال کے تمام ساتوں صوبوں میں آٹزم کے شکار بچوں کے لیے قائم کیے جانے والے اسکولوں کے لیے برطانیہ سے تکنیکی اور انسانی وسائل کی ترقی میں مدد کی درخواست کی۔ وزیر پوکھرل کے دفتر میں ہونے والی ملاقات کے دوران، انہوں نے نیپال-برطانیہ تعلقات کے ساتھ ساتھ باہمی مدد اور تعاون سے متعلق مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا۔ نیپال کی تعلیمی ترقی کے لیے برطانوی حکومت سے ملنے والے تعاون کے لیے تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے، وزیر پوکھرل نے حکومت پر زور دیا کہ وہ 'آٹزم' اسکولوں کی مدد کرے جو ساتوں صوبوں میں چل رہے ہیں۔ نیپال نے اساتذہ کی پیشہ ورانہ مہارتوں میں اضافے اور تعلیمی اصلاحات کے لیے برطانوی تعاون کی خواہش کا اظہار کیا۔ وزیر پوکھرل نے سفیر سے درخواست کی ہے کہ وہ وسائل اور افرادی قوت تیار کرنے میں اسکول کی مدد کریں، ان کے ذاتی سیکریٹریٹ کے مطابق۔ برطانوی سفیر نے نیپال کے تعلیمی شعبے میں برطانیہ کی مسلسل حمایت کا اعادہ کیا اور دونوں ممالک کے دیرینہ تاریخی تعلقات کو سراہا۔

وزیر اعظم بالیندر شاہ کو ہندوستان کے دورے کی دعوت

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
کاٹھمانڈو

وزیر اعظم بالیندر شاہ کو ہندوستان کے دورے کی دعوت ملی ہے۔ وزیر خارجہ ششیر کھنال کے مطابق ہندوستان کے وزیر اعظم نریندر مودی کی دعوت کو شاہ نے قبول کر لیا ہے۔ بحر ہند

کانفرنس میں شرکت کے لیے اس وقت ماریشس میں موجود وزیر خارجہ کھنال اور ہندوستان کے وزیر خارجہ ڈاکٹر ایس جے شنکر کے درمیان ہوئی سائیڈ لائن ملاقات میں بھی شاہ کے ہونے والے دورہ ہندوستان پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ ماریشس سے نیپال کے وزیر خارجہ کھنال نے فون پر بتایا کہ ہندوستان کے وزیر اعظم مودی نے شاہ کو بھیجے گئے تہنیتی پیغام میں ہندوستان کے دورے پر آنے کی دعوت دی ہے۔ نیپال حکومت نے اسے قبول کر لیا ہے لیکن دورے کی تاریخ ابھی طے نہیں ہوئی ہے۔ اس وقت دونوں ممالک کی وزارت خارجہ بالیندر شاہ کے دورے کے حوالے سے تیاریاں کر رہی ہیں۔ نیپال کے خارجہ سکریٹری امرت رائے نے کہا کہ ہندوستان اور نیپال حکومت کے درمیان دورے کے ایجنڈے پر بات چیت جاری ہے۔ ہندوستان کی وزارت خارجہ اور کاٹھمنڈو میں واقع ہندوستانی سفارت خانے کے حکام کے ساتھ مسلسل میٹنگیں کر کے دورے کے دوران ہونے والے معاہدوں پر اتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ڈپٹی اسپیکر روبی کماری نے حلف اٹھالیا

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
کاٹھمانڈو

ڈپٹی سپیکر روبی کماری نے حلف اٹھالیا۔ روبی کماری، جو بدھ کی سہ پہر ڈپٹی اسپیکر کے طور پر منتخب ہوئیں، شام شیتل نواس میں صدر رام چندر پوڈیل کی موجودگی میں اسپیکر ڈول پرساد آریال

۲۰۲۶ کو اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ انہیں اسپیکر ڈول پرساد ہریال نے صدارتی محل (راشٹرپتی بھون) میں منعقدہ ایک خصوصی تقریب کے دوران حلف دلایا۔ ۲۶ سالہ روبی کماری نیپال کی پارلیمانی تاریخ کی سب سے کم عمر ڈپٹی اسپیکر منتخب ہوئی ہیں۔

تقریب میں نائب صدر رام حیا پرساد یادو، وزیر اعظم بلیندر شاہ، قومی اسمبلی کے اسپیکر نارائن پرساد دہل، وزراء، ارکان پارلیمنٹ، آئینی اداروں کے سربراہان اور اعلیٰ سرکاری افسران نے شرکت کی۔ روبی کماری کو شرم سنسکرت پارٹی نے ڈپٹی اسپیکر کے عہدے کے لیے نامزد کیا تھا۔ وہ حکمران جماعت نیشنل انڈیپنڈنس پارٹی کی حمایت سے اسپیکر منتخب ہوئیں

www.nepalurdutimes.com

وزیر اعظم اور دیگر وزراء نے حکومت کی تشکیل کے ۱۷ دن بعد اپنے اثاثوں کی تفصیل جاری کی

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی

کاٹھمانڈو نیپال میں حکومت کے قیام کے ۱۷ دن بعد وزیر اعظم اور ان کے وزراء نے اپنے اثاثوں کی تفصیلات عام کر دی ہیں۔ وزراء نے کروڑوں کی نقد رقم مکانات اور زمینوں پر مشتمل اثاثوں اور شیئروں میں سرمایہ کاری کا اعلان کیا ہے۔ بعض وزراء نے تو بکرے، مرغیوں اور کتوں کو بھی اپنے اثاثوں میں شامل کیا ہے۔ وزیر اعظم بالیندر شاہ کے پاس سب سے زیادہ نقد رقم اور سونا ہے، جب کہ وزیر خزانہ مکانات اور زمینوں کے معاملے میں سر فہرست ہیں۔ یہ بھی سامنے آیا ہے کہ وزیر خارجہ ششیر کھنال، وزیر داخلہ سودن گرونگ اور وزیر صنعت گوری کماری یادو کے پاس بھی کافی اثاثے ہیں۔

وزیر اعظم کے دفتر میں جمع کرائی گئی تفصیلات کے مطابق وزیر اعظم بالیندر شاہ کی آمدنی کے ذرائع میں فیس بک یوٹیوب اور ٹک ٹاک جیسے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز سے ہونے والی آمدنی شامل ہے۔ ان کے بینک میں ۱ کروڑ ۴۶ لاکھ روپے جمع ہیں۔ اسکے علاوہ ان کی اہلیہ کے پاس ۱۹۰ تولے سونا چاندی اور ہیرے کے زیورات ہیں جسے انہوں نے آبائی جائیداد قرار دیا ہے۔ وزیر خزانہ سوار نیم واگلے کے پاس غیر منقولہ اثاثے ہیں جن کی مالیت ۱۲ کروڑ نیپالی روپے ہے۔ وزیر خارجہ ششیر کھنال نے ۲۲ تولے سونا اور ۱۰ لاکھ روپے ۱۰ لاکھ) نقد کا اعلان کیا ہے۔ وزیر کھنال نے اپنی اہلیہ کے نام پر مختلف بینکوں میں جمع کی گئی نقد رقم کا بھی انکشاف کیا ہے۔ مزید یہ کہ ان کے نام پر ۴۰ لاکھ روپے مالیت کی گاڑی بھی رجسٹرڈ ہے۔ وزیر داخلہ سودن گرونگ کے پاس ۴ کروڑ ۳۱ لاکھ ۵۶ ہزار ۲۰۰ روپئے کے شیئر ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پاس ۸۹ تولے سونا اور ۶ کلو چاندی ہے۔ نقدی کے لحاظ سے، ان کے پاس ۶۱ لاکھ سے زیادہ کی رقم ہے۔ قانون انصاف اور پارلیمانی امور کی وزیر سوبیتا گوتم کے پاس دو مکانات ہیں، جو کھٹمنڈو اور چتون میں واقع ہیں۔ گوتم نے انکشاف کیا ہے کہ ان کے پاس پانچ بینکوں میں کل ۵۰،۳۳۵،۰۵۰ روپے جمع ہیں۔ ان کے پاس ۱۵ تولے سونا، ۹ تولے چاندی اور ۱ تولہ ہیرا بھی ہے۔ خواتین بچوں اور بزرگ شہریوں کی وزیر سیتا وادی نے ۱۸ تولے سونا اور ۱۵ تولے چاندی کی ملکیت کا اعلان کیا ہے۔ فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق ان کے پاس ۱٫۵ ملین کے کل بینک ڈپازٹس ہیں۔ زراعت اور لائیو اسٹاک کے زمرے میں وہ ۲۰ مرغیوں اور ایک کتے کی مالک ہیں۔ وزیر صحت نشا مہتا کے پاس ۳۰ تولے سونا اور ۵۰ تولہ چاندی ہے۔ وہ کھٹمنڈو میں ۷ انا اراضی کی مالک ہیں، ان کے پاس ۵۳۵،۲۳۷، ا نقد ہیں، اور ۲٫۵ ملین کی قیمت کی گاڑی استعمال کرتی ہیں۔ تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ نوجوان اور کھیل کے امور کے وزیر ساسمت پوکھریل اور ان کے خاندان کے پاس کھٹمنڈو مورنگ اور للت پور میں مکانات اور زمینیں ہیں۔ ان کے پاس ۲۵ تولے سونا ۱۰۰ تولے چاندی اور ۴ لاکھ ۷ ۴ ہزار ۹۹۴ روپئے کا بینک بیلنس ہے۔

نیپال نے ہندوستان کے ساتھ اپنی سرحد کی حفاظت کو بڑھانے کے لیے کئی بڑے فیصلے لیے۔

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
کاٹھمانڈو

نیپال کی حکومت نے ہندوستان کے ساتھ اپنی سرحد پر ۲۴ گھنٹے نگرانی بڑھانے کے لیے کئی اہم اقدامات کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کھلی سرحد کی وجہ سے دراندازی اسمگلنگ اور سرحدی جرائم کو روکنے کے لیے متعدد ہدایات جاری کی گئی ہیں۔ سششترا پر بری بل کے ترجمان ڈی آئی جی وشنو پرساد بھٹ کے مطابق بھارت سے متصل نیپال کے ۲۷ اضلاع کی سرحد پر ۳۰۰۰ اضافی فوجی تعینات کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ یہ اقدام نیپال کی مشرقی سرحد جھاپا سے لے کر مغربی سرحد کنچن پور تک سرحدی اضلاع میں ۲۴ گھنٹے گشت کو یقینی بنانے کے لیے اٹھایا گیا ہے۔ حکومت پہاڑی علاقوں سے افرادی قوت کی منتقلی کے ذریعے نیپال بھارت سرحد پر مستقل تعیناتی بڑھانے کا بھی منصوبہ رکھتی ہے۔ مسلح پولیس فورس کے ترجمان کے مطابق وزارت داخلہ نے سرحدی سیکورٹی کو مزید مضبوط بنانے کے لیے سرحد پر ۱۰۰ نئے واچ ٹاورز کی تعمیر کا حکم دیا ہے۔ ڈی آئی جی بھٹ نے کہا کہ حکومت کی ہدایت پر کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ نیپال بھارت سرحد پر بارڈر آوٹ پوسٹس بی او پی کی تعداد بڑھانے کی ہدایات جاری کی گئی ہیں۔ وزارت داخلہ نے نیپال ہندوستان سرحد پر بی او پی کی موجودہ تعداد کو ۲۶۰ سے بڑھا کر ۴۲۶ کرنے کے لیے مسلح پولیس فورس کی تجویز کو بھی منظوری دے دی ہے

وزیر اعظم نے ساتوں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ سے ملاقات کی۔

شفیق رضا

جنکپور: وزیر اعظم بالیندر شاہ نے ساتوں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ کے ساتھ آج اجتماعی اجلاس کیا۔ یہ میٹنگ آج دوپہر ۲ بجے سنگھ دربار میں وزیر اعظم اور کابینہ کے دفتر میں منعقد ہوئی، اور اس میں ترقیاتی کاموں اور انتظامی رکاوٹوں کو حل کرنے پر رسمی بات چیت ہوئی۔ میٹنگ کے ایجنڈے میں خاص طور پر ملک گیر ترقیاتی منصوبوں کو تیز کرنے اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانے کے طریقوں پر تفصیلی غور و خوض کیا گیا۔ وزیر اعظم صوبوں کو درپیش انتظامی پیچیدگیوں اور مالی مشکلات کو حل کرنے کے لیے وزرائے اعلیٰ سے تجاویز لیں۔ خاص طور پر، مرکز اور صوبوں کے درمیان ہم آہنگی کی کمی کی وجہ سے رکی ہوئی قومی ترجیحی منصوبوں کو مؤثر طریقے سے آگے بڑھانے کے لیے ایک مشترکہ حکمت عملی طے کے ساتھ کام کیا جائے گا۔ ملک کی موجودہ اقتصادی صورتحال کو بہتر بنانے، بنیادی ڈھانچے کی ترقی میں رکاوٹوں کو دور کرنے اور سرکاری خدمات کی فراہمی کو عوام کے لیے دوستانہ بنانے کے لیے میٹنگ میں مشترکہ سمجھ بوجھ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ میٹنگ میں وزیر اعظم شاہ کے حکمرانی کو بہتر بنانے اور بدعنوانی پر قابو پانے کے اہم ایجنڈے کو صوبائی سطح تک مربوط انداز میں کس طرح لے جایا جائے گا، اس پر بھی بات چیت کی گئی۔

*انتخابات میں بھاری شکست کے بعد اپوزیشن جماعتوں میں اندرونی چپقلش

شفیق رضا

کاٹھمانڈو: اپوزیشن جماعتوں میں اندرونی جھگڑے بڑھ رہے ہیں۔ کانگریس میں، موجودہ گروپ اور سابق صدر شیر بہادر دیوا کا گروپ متوازی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ موجودہ گروپ نے سابق نائب صدر پورن بہادر کھڈکا سے وضاحت طلب کی ہے۔ کانگریس کی مرکزی نظم و نسق کمیٹی کے اجلاس میں پارٹی کے سابق نائب صدر کھڈکا سے ۷ دن کے اندر وضاحت طلب کی گئی ہے۔ کمیٹی کے کنوینر تارامان گورنگ کی سربراہی میں بدھ کے روز للت پور میں بی پی میموریل ہال میں ہونے والے اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ کھڈکا نے پارٹی کے جعلی لیٹر ہیڈ کا استعمال کرتے ہوئے غیر قانونی طور پر بیان جاری کیا تھا، لہذا ان سے وضاحت طلب کی جائے۔ کمیٹی نے واضح کیا ہے کہ مقررہ نئی ڈیڈ لائن کے اندر موصول ہونے والی شکایات پر ہی کارروائی کی جائے گی، اور اس کے بعد آنے والی شکایات پر کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ کمیونسٹ پارٹی آف نیپال (یونائیٹڈ مارکسسٹ-لیننسٹ) کے نائب صدر رام بہادر تھاپا کے پارلیمانی پارٹی کے رہنما منتخب ہونے کے بعد شروع ہونے والا اندرونی تنازعہ شدت اختیار کر گیا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی آف نیپال (یونائیٹڈ مارکسسٹ-لیننسٹ) کی وابستہ تنظیموں کے کچھ عہدیداروں نے خصوصی کنونشن کا مطالبہ کرتے ہوئے دستخطی مہم شروع کی تھی۔ گزشتہ ہفتے، قائم مقام صدر تھاپا اور جنرل سیکرٹری شنکر پوکھریل نے دستخطی مہم چلانے والے پارٹی کے قریبی دانشور کونسل کے صدر گجیندر تھاپا کو اسے روکنے کی ہدایت کی۔

ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز
Weekly The
NEPAL URDU TIMES
16/اپریل 2026 مطابق 27/شوال المکرم 1447ھ/3/گتے بیساکھ 2083

سعادت افتتاح بخاری

پریس ریلیز نیپال اردو ٹائمز
مالدہ ویسٹ بنگال

رمضان کریم کی مبارک ساعتوں کے اختتام کے بعد مدارس اسلامیہ میں جب تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز ہوتا ہے تو طلبائے کرام جو درجۂ فضیلت سال اخیر میں زیر تعلیم ہوتے ہیں، درسِ بخاری شریف سے اپنی علمی منازل کا باقاعدہ آغاز کرتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف ایک ایسی عظیم الشان اور بابرکت کتاب ہے کہ اس کے آغاز و اختتام، دونوں مواقع پر خصوصی محافل کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

اسی مبارک سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے مدرسہ مصباح العلوم کدمتلی (پوکھریا مالدہ بنگال) میں دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا، اور ساتھ ہی صحیح بخاری شریف کے درس کی پہلی نشست منعقد ہوئی۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ قرآنِ مقدس کے بعد اگر کسی کتاب کو سب سے زیادہ قبولیت وفضیلت اور استناد حاصل ہے تو وہ صحیح بخاری شریف ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے درس کا آغاز ہر طالبِ علم کے لیے ایک عظیم سعادت اور اس کی علمی زندگی کا ایک اہم موڑ ہوتا ہے۔ اساتذۂ جامعہ کی توجہات اور خصوصی عنایات سے افتتاحِ بخاری کا شرف ناچیز فقیر محمد اشفاق عالم امجدی علیمی کو حاصل ہوا، حالاں کہ اس کے لیے ایک عظیم شخصیت، جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مفتی نوشاد عالم مصباحی صاحب دامت برکاتہم کی تشریف آوری متوقع تھی، مگر بعض ناگزیر مصروفیات کے باعث وہ بروقت نہ پہنچ سکے۔ تاہم ان کی

اجازت اور جملہ اساتذۂ کرام کی نوازش کے بعد اس حقیر کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔

درس کا آغاز صحیح بخاری شریف کے تعارف سے کیا گیا، جس میں اس کتابِ جلیل کے امتیازی اوصاف، اس کی علمی شان اور امت میں اس کے مقام و مرتبہ کو مختصر انداز میں بیان کیا گیا۔ اس کے بعد امام المحدثین حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم شخصیت پر روشنی ڈالی گئی، جنہوں نے احادیثِ مبارکہ کو جمع کر کے امت پر عظیم احسان فرمایا۔ بعد ازاں "بدء الوحی" کے ابتدائی مباحث کو موضوعِ گفتگو بنایا گیا، جس میں نزولِ وحی کی حقیقت، باب اور آیتِ کریمہ سے متعلق چند اہم نکات بیان کیے گئے۔ دورانِ درس بعض علمی سوالات بھی پیش آئے، جن کے جوابات حتی المقدور عرض کیے گئے۔

مزید برآں حضرت ابنِ وقاص اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختصر تعارف بھی پیش کیا گیا۔ آخر میں حدیثِ مبارکہ "انما الاعمال بالنیات" پر مختصر گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد فاتحہ خوانی کی گئی، پھر مدرسہ کے شیخ الحدیث صاحب نے دعا فرمائی، اور یوں یہ بابرکت محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔ آخر میں بارگاہ رب لم یزل میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ امام بخاری کے مزار پر انوار و تجلیات کی بارشیں نازل فرمائے اور ہمیں فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے مزید علم دین سے آراستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

احقر العباد: محمد اشفاق عالم امجدی علیمی
بچباری آباد پور کٹیہار (بہار)
استاذ و مفتی: مدرسہ مصباح العلوم کدمتلی

دار العلوم انوار مصطفیٰ سہلاؤ شریف میں جشنِ افتتاحِ بخاری شریف

(نیپال اردو ٹائمز پریس ریلیز)

تھار کی سنہری ریت جب شام کی نرم روشنی میں ڈھلتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس نورانی محفل کے استقبال میں سایہ فگن ہوں۔ اسی دلآویز و روحانی فضا میں ۲۵ شوال المکرم ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۵ اپریل ۲۰۲۶ء بروز چہارشنبہ، دار العلوم انوارِ مصطفیٰ سہلاؤ شریف کی عظیم الشان غریب نواز مسجد ایک بار پھر علم و عرفان کے انوار سے جگمگا اٹھی۔ موقع تھا "جشنِ افتتاحِ بخاری شریف" کا، اور یہ بابرکت مجلس نور العلماء، پیرِ طریقت حضرت علامہ الحاج سید نور اللہ شاہ بخاری مدظلہ العالی کی سرپرستی میں منعقد ہو رہی تھی۔

فضا میں ایک عجیب سا سکون اور تقدس رچا ہوا تھا۔ جیسے ہی تلاوتِ کلامِ ربانی کی پُر کیف صدائیں بلند ہوئیں، دلوں کی دھڑکنیں بھی آہستہ آہستہ اس نورانی آہنگ میں ڈھلنے لگیں۔ قرآنِ مجید کی تلاوت نے محفل کو ایک ایسی روحانی چادر میں لپیٹ دیا جس میں ہر سمت خشوع و خضوع کی کیفیت نمایاں تھی۔

پھر یکے بعد دیگرے دار العلوم کے خوش الحان اور باوقار طلبہ نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں نعت کے گل ہائے عقیدت پیش کیے۔ ہر صدا میں محبتِ مصطفیٰ ﷺ کی حرارت تھی، ہر لفظ میں عقیدت کا چراغ روشن تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دلوں کی گہرائیوں سے اٹھنے والی یہ صدائیں عرش تک رسائی حاصل کر رہی ہوں۔

اس کے بعد مجودِ عصر حضرت مولانا قاری محمد جاوید سکندری انواری اور خوش الحان واصفِ شاہِ ہدیٰ حضرت حافظ و قاری مولانا برکت علی برکاتی احسنی انواری نے سندھی و اردو کے دلنشیں امتزاج میں ایسا نعتیہ کلام پیش کیا کہ محفل پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ سامعین کی نگاہیں جھک گئیں، دل پگھلنے لگے اور فضا میں درود و سلام کی مہک گھل گئی۔

پھر جب حضرت مولانا محمد حسین قادری انواری نے لب کشائی کی تو ان کے الفاظ میں سادگی بھی تھی اور تاثیر بھی۔ انہوں نے مختصر مگر جامع انداز میں درسِ بخاری کی عظمت کو اجاگر کیا اور حاضرینِ مجلس کا شکریہ ادا کیا۔ ان کے بعد حضرت مولانا محمد شمیم احمد نوری مصباحی نے نہایت متین اور بلیغ انداز میں مختصر خطاب فرمایا، جس میں علم و ادب کی خوشبو نمایاں تھی۔

اب وہ گھڑی آن پہنچی جس کا سب کو انتظار تھا۔ محفل کی نگاہیں ایک سمت مرکوز ہو گئیں جب شہزادۂ مفتیٔ تھار، حضرت مولانا عبد المصطفیٰ نعیمی سہروردی کو افتتاحِ بخاری شریف کے لیے مدعو کیا گیا۔ آپ کا وجود خود ایک علمی وقار اور روحانی جلال کا مظہر تھا۔

آپ نے گفتگو کا آغاز حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے تذکرے سے کیا۔ الفاظ رواں تھے، انداز دلنشیں تھا، اور بیان میں ایسا سحر تھا کہ ہر سننے والا خود کو ایک علمی سفر میں محو محسوس کر رہا تھا۔ آپ نے امام بخاری کی حیاتِ مبارکہ، ان کے غیر معمولی حفظ، ان کی للہیت اور ان کی علمی خدمات کو اس انداز میں پیش کیا کہ گویا تاریخ کے اوراق آنکھوں کے سامنے زندہ ہو گئے ہوں۔

پھر جب آپ نے بخاری شریف کی پہلی حدیث "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" کا درس شروع کیا تو محفل پر ایک عمیق سکوت طاری ہو گیا۔ یہ وہ لمحہ تھا جہاں الفاظ نہیں، بلکہ احساسات بول رہے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت امام بخاری نے اپنی اس شہرۂ آفاق کتاب کا آغاز اسی حدیث سے کر کے دراصل پوری امت کو ایک دائمی پیغام دیا ہے کہ عمل کی جان نیت ہے۔ اگر نیت پاکیزہ ہو تو معمولی عمل بھی عظیم بن جاتا ہے، اور اگر نیت میں کھوٹ ہو تو بڑے سے بڑا عمل بھی بے وزن ہو جاتا ہے۔ گویا یہ حدیث صرف ایک باب کا آغاز نہیں، بلکہ پوری زندگی کے اعمال کا معیار ہے۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ "باب کیف کان بدء الوحی" کو مقدم رکھنا امام بخاری کی فکری گہرائی کا مظہر ہے، تاکہ طالبِ علم کے ذہن میں یہ حقیقت راسخ ہو جائے کہ علمِ حدیث کا دروازہ اسی وقت کھلتا ہے جب انسان وحیِ متلو اور وحیِ غیر متلو دونوں پر کامل یقین رکھتا ہو۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر علمِ حدیث کی پوری عمارت قائم ہے۔

آپ نے صحیح بخاری کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ کتاب ہے جسے امت نے قرآنِ مجید کے بعد سب سے زیادہ مستند تسلیم کیا ہے۔ حضرت امام بخاری نے سولہ برس کی مسلسل محنت، اخلاص اور بے مثال احتیاط کے ساتھ چھ لاکھ احادیث میں سے منتخب کر کے اسے مرتب کیا۔ ان کا حافظہ ایسا تھا کہ انہیں "جبل الحفظ" کہا جاتا تھا، اور ان کی زندگی کا ہر لمحہ سنتِ رسول ﷺ کی خدمت میں وقف تھا۔

محفل اپنے عروج کو پہنچ چکی تھی۔ دلوں میں عجز تھا، آنکھوں میں نمی تھی، اور زبانوں پر درود و سلام کی صدائیں تھیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وقت تھم سا گیا ہے اور ہر شخص اس نورانی کیفیت کو اپنے دل میں محفوظ کر لینا چاہتا ہے۔

بالآخر صلوٰۃ و سلام کی پُر سوز صداؤں، اجتماعی فاتحہ خوانی اور رقت انگیز دعا کے ساتھ یہ روحانی محفل اختتام پذیر ہوئی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسی محفلیں ختم نہیں ہوتیں، بلکہ دلوں میں ایک چراغ جلا جاتی ہیں۔۔۔ ایسا چراغ جو علم، اخلاص اور محبتِ رسول ﷺ کی روشنی سے ہمیشہ روشن رہتا ہے۔

یہ تقریب محض ایک رسمی اجتماع نہ تھی، بلکہ ایک زندہ پیغام تھی۔۔۔ نیت کی پاکیزگی، علم کی عظمت اور سنتِ نبوی ﷺ سے وابستگی کا پیغام؛ ایک ایسا پیغام جو سننے والوں کے دلوں میں دیر تک گونجتا رہے گا۔

رپورٹ: حبیب اللہ قادری انواری
آفس انچارج: دار العلوم انوارِ مصطفیٰ سہلاؤ شریف، باڑمیر (راجستھان)

دھنکوٹا میں نیپال پولیس کی صحت سے متعلق آگاہی ریلی

شفیق رضا

دھنکوٹا—— ضلع دھنکوٹا پولیس نے بدھ کے روز صحت سے متعلق آگاہی ریلی نکالی۔ بین الاقوامی یوم صحت کے موقع پر ضلع پولیس آفس دھنکوٹا نے صحت سے متعلق آگاہی ریلی کا اہتمام کیا۔ ضلع دھنکوٹا کے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس، شرت کمار تھاپا چیتری نے بتایا کہ صحت سے متعلق آگاہی کو بڑھانے کے مقصد سے شہر میں ریلی نکالی گئی۔ ریلی میں نیپال پولیس اور آرمڈ پولیس فورس میں تعینات اہلکار موجود تھے۔ ضلع پولیس آفس دھنکوٹا کے احاطے سے شروع ہونے والی ریلی بازار کے مختلف حصوں کا چکر لگا کر دوبارہ آفس میں اختتام پذیر ہوئی۔ ریلی میں شرکاء نے "صحت دولت ہے" "صحت مند طرز زندگی اپنائیں" کے نعروں پر مشتمل پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے۔

شادی کے دعوت نامے کارڈ پر 'جہیز سے پاک شادی' لکھنا چاہیے_روبی ٹھاکر

شفیق رضا

کاٹھمانڈو - اسپیکر روبی کماری ٹھاکر نے کہا ہے کہ شادی کے دعوت نامے پر 'جہیز سے پاک شادی' کا واضح پیغام شامل کیا جانا چاہیے۔ انہوں نے سوشل میڈیا فیس بک کے ذریعے کہا کہ انہیں

شادی کے زیادہ تر دعوت ناموں میں ایسا ذکر نہیں دکھا، اور تبصرہ کیا کہ معاشرہ ابھی تک جہیز کی لعنت سے مکمل طور پر پاک نہیں ہو سکا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ صرف جہیز لینا یا دینا ہی نہیں، بلکہ جہیز پر مبنی شادی کو قبول کرنا، ایسے پروگراموں میں شرکت کرنا یا دعوتوں میں شامل ہونا بھی سماجی طور پر ناقابل قبول اور قانونی طور پر قابل سزا عمل ہے۔ یہ رسم خواتین کے احترام، مساوات اور حقوق پر براہ راست حملہ کرتی ہے۔

انجمن رضاکارانِ حسینی کے زیرِ اہتمام آیت اللہ خامنہ ای کی یاد میں عظیم الشان جلسہ

نمائندہ، نیپال اردو ٹائمز
سید ظہیر احمد فنا

سرخی

اہم تفصیلات مقام: یہ جلسہ امروہہ کے مشہور امام باڑہ 'وزیر النساء' میں منعقد ہوا۔ منتظمین: اس تقریب کا انعقاد 'انجمن رضاکارانِ حسینی' کی جانب سے کیا گیا۔

مقصد: یہ ایک تعزیتی جلسہ تھا جو ممتاز شیعہ عالمِ دین اور روحانی پیشوا آیت اللہ سید علی خامنہ ای کی یاد میں منعقد کیا گیا۔ (نوٹ: متن میں ان کی 'شہادت' کے حوالے سے ذکر ہے)۔ نمایاں شرکاء اور تقاریر

ڈاکٹر مجید الٰہی: ایران کلچر ہاؤس سے تشریف لائے آیت اللہ خامنہ ای کے خصوصی نمائندے ڈاکٹر مجید الٰہی نے بطور مہمانِ خصوصی شرکت کی اور ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ ہندوستان سے محبت: ڈاکٹر مجید الٰہی نے اپنی تقریر میں کہا کہ آیت اللہ خامنہ ای ہندوستان سے خاص محبت رکھتے تھے اور یہاں کی تہذیب و ثقافت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے خامنہ ای کو 'ہندوستان کا ایک دوست ملک' کے طور پر بیان کیا۔ انسانیت کا پیغام: مقررین نے کہا کہ ان کی پوری زندگی انسانیت کی خدمت، امن، بھائی چارے اور اتحاد کے لیے وقف تھی۔ دیگر شرکاء: جلسے میں مولانا ڈاکٹر سید تقی نقوی، مولانا اعجاز، مولانا اظہر عباس، مولانا ڈاکٹر شہوار، پنڈت بھون شرما، اور سردار پرہلاد سنگھ سمیت کئی مذہبی اور سماجی شخصیات نے شرکت کی۔ جلسے کا احوال مضمون کے مطابق، جلسے میں عقیدت مندوں کا ایک سیلاب امڈ پڑا جس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

مشہور مرثیہ خواں سید سبطِ سجاد نے درد بھرا بیان پیش کیا جس سے ماحول سوگوار ہو گیا۔ انجمن کے سیکرٹری خورشید حیدر زیدی نے نظامت کے فرائض انجام دیے۔

یہ رپورٹ اس بات پر زور دیتی ہے کہ یہ صرف ایک تعزیتی نشست نہیں تھی بلکہ ظلم کے خلاف اور انسانیت کے حق میں آواز بلند کرنے کا ایک ذریعہ تھی۔

وہاٹشپ نمبرات برائے رابطہ
+9779701714929
+9779817619786 +91 7398 208 053

اسلام اور قرآن پاک کے خلاف توہین آمیز مواد مقدمہ

نمائندہ، نیپال اردو ٹائمز
سید ظہیر احمد فنا

عدالت نے ایڈیٹر کی بریت کی درخواست مسترد کر دی

حیدر آباد: ۱۰ اپریل (دکن فائلر)

لائیو لا کی رپورٹ کے مطابق الٰہ آباد ہائی کورٹ نے اسلام اور قرآن کے خلاف مبینہ توہین آمیز مواد شائع کرنے کے کیس میں ایک کتاب کے ایڈیٹر ڈاکٹر مدن گوپال سنہا کی بریت (ڈسچارج) کی درخواست مسترد کر دی ہے۔ جسٹس سبھاش چندر شرما کی بنچ نے اپنے فیصلے میں کہا کہ الزامات کے تعین کے مرحلے پر صرف بظاہر کیس کو دیکھا جاتا ہے اور اس معاملے میں ابتدائی شواہد موجود ہیں، اس لیے ٹرائل کورٹ کا فیصلہ درست ہے۔

یہ مقدمہ ضلع غازی پور کے ایک تھانے میں بھارتی تعزیرات ہند کی دفعات ۱۵۳A اور ۲۹۵ کے تحت درج کیا گیا تھا۔ شکایت کے مطابق 'منکار

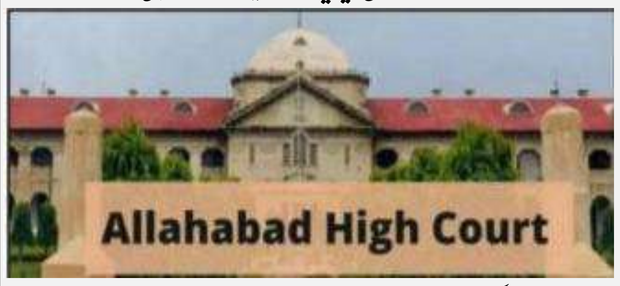

ساودھان آگے یہاں دھماکہ ہے' نامی کتاب میں اسلام کے خلاف توہین آمیز مواد شامل تھا، جسے سماجی ہم آہنگی کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے شائع اور پھیلایا گیا۔

پولیس تحقیقات کے دوران متعدد کتابیں برآمد ہوئیں جن پر ڈاکٹر مدن گوپال سنہا کا نام بطور ایڈیٹر درج تھا۔ یہ کتابیں مبینہ طور پر شیو جی مہاراج کے کہنے پر بنے 'پشپک بھنڈار' کے ذریعے شائع کی گئی تھیں۔

جون ۲۰۲۵ میں غازی پور کی ٹرائل کورٹ نے ملزم کی جانب سے دائر ڈسچارج درخواست مسترد کر دی تھی، جس کے خلاف انہوں نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا۔ درخواست گزار کے وکیل نے موقف اختیار کیا کہ تفتیش درست طریقے سے نہیں کی گئی اور محض نام درج ہونے کی بنیاد پر انہیں کیس میں پھنسایا گیا ہے۔ تاہم ریاستی حکومت نے موقف اپنایا کہ کتاب میں شامل مواد مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والا ہے۔

ہائی کورٹ نے کیس ڈائری اور ٹرائل کورٹ کے فیصلے کا جائزہ لینے کے بعد کہا کہ ابتدائی طور پر جرم ثابت ہونے کے شواہد موجود ہیں اور ٹرائل کورٹ کے فیصلے میں کوئی قانونی خامی نہیں پائی گئی۔ عدالت نے کہا کہ درخواست میں کوئی وزن نہیں، لہٰذا اسے مسترد کیا جاتا ہے۔

حکومت کی جانب سے پارٹی عہدیداروں اور ملازمین کی جائیداد کی تحقیقات شروع

شفیق رضا

کاٹھمانڈو: بالیندر شاہ کی قیادت میں حکومت نے ملک میں جمہوری نظام کے قیام کے بعد حکومت میں شامل سیاسی جماعتوں کے عہدیداروں، نمائندوں اور اعلیٰ درجے کے ملازمین کی جائیداد کی تحقیقات کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ پرائم منسٹر آفس کے بدھ کے روز سنگھ دربار میں ہونے والے اجلاس میں کیا گیا کہ مالی سال ۲۰۶۲/۶۳ سے ۲۰۸۲/۸۳ تک ۲۰ سال کی مدت کے دوران عوامی عہدے پر فائز سیاسی جماعتوں کے عہدیداروں اور اعلیٰ درجے کے ملازمین کے اثاثوں کی تفصیلات اکٹھی کی جائیں اور ان کی تحقیقات کی جائیں۔ اس کے لیے، جن کی تحقیقات کی ذمہ داری ہے، ان میں ایک جج بھی شامل ہیں جن کے اثاثوں پر پہلے سوالات اٹھائے گئے تھے۔

سپریم کورٹ کے سابق جج راجندر کمار بھنڈاری کی سربراہی میں چار رکنی "جائیداد تحقیقاتی کمیشن" تشکیل دیا گیا ہے۔ کمیشن کے ارکان میں سابق جج چنڈی راج ڈھکال اور پشوتتم پراجولی، سابق ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس گنیش کیسی اور چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ پرکاش لمسال شامل ہیں۔ ان میں سے، پروشوتم پراجولی کو سمبت ۲۰۵۹ میں سپریم کورٹ کے جج بھیروا پرشاد لمسال کی سربراہی میں، اُدئ راج اپادھیائے اور گیاندر بہادر شریشٹھ کے ساتھ، اثاثوں کی تحقیقات کے لیے ایک کمیشن نے ناجائز اثاثے جمع کرنے پر کارروائی کی سفارش کی تھی۔

اس وقت، جنک پور دھام کے اپیل کورٹ میں تعینات ان سے کیدار ناتھ اپادھیائے کی سربراہی میں جوڈیشل کونسل نے معمولی پوچھ گچھ کی تھی۔ حکومت کے اس فیصلے پر، منتخب کردہ شخصیات جیسے تحقیقاتی کمیٹی کے کنوینر، عدالتی حلقوں میں بھی عدم اطمینان پیدا ہو گیا ہے۔ حکومت کے قیام کے فوراً بعد، گزشتہ سال ۱۳ چیت کو ۱۵ دن کے اندر ایسی کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ حکومت کی جانب سے جاری کردہ حکومتی اصلاحات کے ۱۰۰ نکاتی ایجنڈے کے ۴۳ویں نکتے میں بھی اس معاملے کو ترجیح دی گئی تھی۔ اسی طرح، حکومت نے ۲۳ اور ۲۴ بھادو کے واقعات کی تحقیقات کے لیے قائم کیے گئے کمیشن کی رپورٹ پر عمل درآمد کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ سیکورٹی سسٹم کے سلسلے میں، ہائی کورٹ کے جج پریم راج کارکی کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے تاکہ تحقیق کی جا سکے اور سفارشات پیش کی جا سکیں۔ کمیٹی میں مسلح افواج کے سابق ڈپٹی انسپکٹر جنرل سبودھ ادھیکاری اور نیپال پولیس کے سابق ڈپٹی انسپکٹر جنرل ٹیک پرساد رائے شامل ہیں۔ ۲۳ اور ۲۴ بھادو ۲۰۸۲ کو پیش آنے والے واقعات کی تحقیقات کے لیے قائم کیے گئے سابق جج گوری بہادر کارکی کی سربراہی میں تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ پر عمل درآمد کے لیے کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

اداریہ

نئی حکومت نیا چیلنج!!!!!!!

ایڈیٹر کے قلم سے۔۔۔۔۔

نئی حکومت کے لیے نئے چیلنجز: دعووں اور حقیقت کے درمیان فاصلہ
ملک میں حالیہ دنوں اقتدار میں آنے والی نئی حکومت نے ابتدا ہی سے اپنے اندازِ حکمرانی کے ذریعے یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ روایتی سیاست سے ہٹ کر کچھ مختلف کرنا چاہتی ہے۔ بالین شاہ کی قیادت میں قائم اس حکومت سے عوام نے بڑی توقعات وابستہ کی ہیں، لیکن ابتدائی اقدامات نے جہاں امیدیں پیدا کی ہیں وہیں کئی سنگین خدشات کو بھی جنم دیا ہے۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ وزیر اعظم بالین شاہ کو عالمی سطح پر بھی پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور انہیں ٹائم میگزین کی 100 بااثر شخصیات میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ اعزاز نہ صرف ان کی ذاتی مقبولیت کا مظہر ہے بلکہ ملک کے لیے بھی ایک مثبت اشارہ سمجھا جا سکتا ہے۔ تاہم یہاں ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا عالمی شہرت اور اعزازات داخلی مسائل کے حل کی ضمانت بن سکتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اصل امتحان ملک کے اندر درپیش چیلنجز سے نمٹنے میں ہے، نہ کہ بین الاقوامی شناخت میں۔

ایک طرف حکومت شفافیت، انصاف اور قانون کی بالادستی کے بلند دعوے کرتی نظر آتی ہے، تو دوسری جانب ملک میں سیاسی کشیدگی اور عوامی بے چینی میں اضافہ ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ ایسے میں ضروری ہے کہ حکومت اپنے اقدامات میں توازن، برداشت اور شفافیت کو یقینی بنائے تاکہ جمہوری اقدار مضبوط ہو سکیں۔

نئی حکومت کے سامنے سب سے بڑا چیلنج داخلی امن و امان کا ہے۔ ملک کے مختلف حصوں میں بڑھتی ہوئی فرقہ وارانہ کشیدگی ایک خطرناک رخ اختیار کرتی جا رہی ہے۔ نیپال گنج، روتہٹ اور سرلاہی جیسے علاقوں میں بارہا ہندو مسلم فسادات کی کوششیں ہو چکی ہیں۔ اگرچہ ماضی میں عوامی شعور اور مقامی کوششوں نے ان سازشوں کو ناکام بنایا، لیکن اس بار حالات زیادہ حساس دکھائی دیتے ہیں۔ محض بیانات اور وقتی اقدامات سے حالات قابو میں نہیں آئیں گے، اس کے لیے ایک واضح اور جامع پالیسی درکار ہے۔ اس تناظر میں وزیر داخلہ کا کردار نہایت اہم ہو جاتا ہے۔ یہ توقع کی جا رہی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو ایمانداری اور سنجیدگی کے ساتھ نبھاتے ہوئے نفرت پھیلانے والے عناصر پر جلد اور مؤثر قابو پائیں گے۔ ریاستی رِٹ کو مضبوط کرنا اور عوام کے جان و مال کا تحفظ یقینی بنانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

سرحدی علاقوں کی صورتحال بھی حکومت کے لیے ایک بڑا امتحان بنی ہوئی ہے۔ نفرت انگیز سرگرمیوں میں اضافہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ابھی تک ان علاقوں میں مکمل کنٹرول قائم نہیں ہو سکا۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ فوری اور ٹھوس اقدامات کے ذریعے ان حساس علاقوں میں اعتماد بحال کرے اور امن و امان کو یقینی بنائے۔

ایک اور اہم پہلو جس پر توجہ دینا ضروری ہے وہ حکومت کا مجموعی رویہ ہے۔ اگر حکومت ابتدا ہی میں سختی کے ذریعے اپنی گرفت مضبوط کرنے کی کوشش کرے گی تو یہ جمہوری اقدار کے لیے نیک شگون نہیں ہوگا۔ جمہوریت صرف اقتدار حاصل کرنے کا نام نہیں بلکہ برداشت، مکالمہ اور شفافیت کا تقاضا کرتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ نئی حکومت کو مسائل ورثے میں ملے ہیں، مگر اس حقیقت کو جواز بنا کر اپنی کمزوریوں کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ عوام نے تبدیلی کے نام پر ووٹ دیا ہے، اس لیے اب وہ نتائج بھی دیکھنا چاہتی ہے۔ اگر حکومت نے بروقت اور دانشمندانہ فیصلے نہ کیے تو یہی امیدیں مایوسی میں بدل سکتی ہیں۔

خصوصی کالم برائے مراسلات

معزز قارئین کرام: السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ نیپال اردو ٹائمز ہمالیہ کی وادیوں سے اردو صحافت کا روشن مینار ہے جس کے ذریعے سے ملک نیپال میں اردو صحافت کو فروغ دینے کے لیے ہماری ٹیم سرگرم عمل ہے، قارئین حضرات سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اخبار کو پڑھیں اور اپنی آرا ہمیں ارسال فرما کر شکریہ کا موقع فراہم کریں۔

+9779701714929

weeklynepalurdutimes@gmail.com

نیپال کے مدارس اسلامیہ میں انقلاب کی ضرورت: روایتی نظام سے جدید چیلنجز تک

نیپال کی نئی حکومت نے مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران سے تمام ریکارڈ جمع کرانے اور ان کے نصاب میں سرکاری اسکولوں کا نصاب لازمی طور پر شامل کرنے کا اعلان کیا ہے، یہ فیصلہ صرف تعلیمی اصلاحات کا نام نہیں بلکہ مسلمان نوجوانوں کو قومی دھارے میں شامل کرنے، ان کی سماجی انضمام کو یقینی بنانے اور ملک کی مجموعی ترقی میں ان کا فعال کردار ادا کرنے کی ایک اہم کوشش ہے۔

نیپال میں مسلمان آبادی تقریباً ۱۴ لاکھ ۸۳ ہزار کے قریب ہے جو کل آبادی کا تقریباً ۵ء۰۹ فیصد بنتی ہے، ۲۰۸۲ بی ایس (۲۰۲۵ عیسوی) کے ریکارڈ کے مطابق نیپال میں ۱۰۶۰ سے زائد رجسٹرڈ مدارس ہیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں،

غیر رجسٹرڈ مدارس کی تعداد اس سے بھی زیادہ بتائی جاتی ہے، روایتی طور پر یہ مدارس قرآن، حدیث، فقہ اور اسلامی اخلاقیات کی تعلیم پر توجہ مرکوز رکھتے رہے ہیں۔ تاہم، آج کے بدلتے دور میں یہ نظام کافی نہیں رہا۔ ملک نیپال کے کونے کونے اور گلف ممالک میں کام کرنے والے نیپالی مسلمانوں کا رجحان تیزی سے تبدیل ہو رہا ہے، چاہے وہ عالم دین ہوں، حافظ قرآن ہوں یا معمولی دینی تعلیم رکھنے والے، وہ اپنے بچوں کو صرف مدارس میں نہیں بھیج رہے بلکہ جدید بورڈنگ اسکولوں، انگریزی میڈیم پرائیویٹ اسکولوں اور اعلیٰ معیار کے تعلیمی اداروں میں داخل کروا رہے ہیں، اس کے لیے وہ خطیر رقم بھی خرچ کر رہے ہیں، مدارس دینیہ میں زکوۃ و صدقات بھی دے رہے ہیں، (لیکن اگر مدارس میں ہی انہیں یہ تعلیم مل جائے تو پرائیویٹ اسکول میں خطیر رقم کیوں دیں گے؟ اپنے مدارس میں ہی دیں گے) اس تبدیلی کی وجہ سادہ ہے: وہ روزمرہ زندگی میں دیکھ رہے ہیں کہ صرف دینی تعلیم پر انحصار کرنے والا نوجوان آج کے دور میں نوکری، کاروبار، سائنس، ٹیکنالوجی یا سماجی ترقی کے میدان میں کامیاب نہیں ہو پا رہا ہے، وہ خود سخت محنت سے کماتے ہیں اور اسے اپنے بچوں کی عصری تعلیم پر لگا رہے ہیں تاکہ وہ ڈاکٹر، انجینئر، آئی ٹی پروفیشنل یا کامیاب تاجر بن سکیں۔ یہ رجحان مدارس والوں کے لیے ایک واضح پیغام ہے، اگر مدارس تبدیل نہیں ہوئے تو والدین خود اپنے بچوں کو سرکاری، پرائیویٹ اور بورڈنگ اسکولوں کی طرف لے جاتے رہیں گے، اور ایک دن ایسا آئے گا کہ مدارس کو مجبورا بند کرنا پڑے گا، وسائل اور بچوں کی قلت کی وجہ سے، آج بھی بہت سے مدارس ہیں، جہاں بڑی بڑی بلڈنگز ہیں وسیع و عریض اراضی ہیں، لیکن بچوں کا فقدان ہیں قابل اساتذہ کا فقدان ہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیپال کے مدارس کیوں اسی پرانے نظام پر قائم رہ کر خود کو اور اپنے طلبہ کو پیچھے چھوڑ رہے ہیں؟ کیا اب تک وقت نہیں آیا کہ یہ مدارس اپنے نصاب اور تعلیمی نظام میں ایک مکمل انقلاب لا کر سرکاری اسکولوں اور پرائیویٹ بورڈنگ اسکولوں سے براہ راست مقابلہ کریں اور بہتر کارکردگی دکھائیں؟ جبکہ حکومت بھی ساتھ دینے کو تیار ہے۔

روایتی مدارس کا نظام صدیوں پرانا ہے، لیکن آج کا مسئلہ یہ ہے کہ "خالص دینی تعلیم" کا مطلب اگر صرف روایتی کتابیں پڑھانا اور عصری علوم سے مکمل الگ تھلگ رہنا ہے تو اس کا نتیجہ طلبہ کے لیے تباہ کن ثابت ہو رہا ہے، مدارس سے فارغ التحصیل نوجوان آج خود کو "ناکارہ" سمجھنے لگے ہیں، پردیس میں جا کر لیبر کی نوکری کرنے پر مجبور ہیں، سرکاری اور غیر سرکاری پروفیشنل عہدوں کے لئے فٹ نہیں بیٹھ رہے ہیں، ان کا حلیہ، لباس، طرز زندگی اور سوچ ایسا بن جاتا ہے کہ وہ معاشرے کے مین اسٹریم سے الگ تھلگ پڑ جاتے ہیں، مدارس کا سرٹیفکیٹ حکومت قبول نہیں کر رہی، انہیں اکثر "جاہل" کی کیٹیگری میں شامل کیا جا رہا ہے، سرکاری نوکریوں، اعلیٰ تعلیمی اداروں، پروفیشنل کورسز یا یہاں تک کہ بنیادی ملازمتوں میں داخلے کے لیے ان کے پاس کوئی معتبر راستہ نہیں رہتا، ۲۰ سال مدارس میں گزارنے کے بعد طلبہ کے پاس نہ تو جدید مہارتیں ہیں، نہ قومی سطح پر تسلیم شدہ ڈگری، نہ ہی عملی زندگی کے لیے درکار صلاحیتیں، نتیجتاً وہ صرف مساجد اور مدارس تک محدود رہ جاتے ہیں، اور کامیاب اور مالدار لوگوں کا گن گان کرنا انکا روزمرہ کا مشغلہ بن جاتا ہے، معاشرے کے معزز عہدوں، جیسے ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، سرکاری افسر، تاجر، سیاستدان یا استاد سے ان کا تقریباً مکمل صفایا ہو چکا ہے، نمائندگی کہاں رہ جاتی ہے جب آپ معاشرے سے کٹ جاتے ہیں؟ آپ کی آواز قومی سطح پر کیسے سنائی دے گی؟ آپ کی کمیونٹی کی ترقی اور حقوق کی حفاظت کیسے ہوگی؟

مدارس والے سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہی پرانی غلطیاں دہرا رہے ہیں جو برسوں سے چلی آ رہی ہیں، بار بار اسی سراخ سے ڈنستے جا رہے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ "خالص دینی" کا مطلب صرف الگ تھلگ رہنا ہے، جبکہ اسلام خود علم کی وسعت پر زور دیتا ہے، پہلا وحی "اقرا" (پڑھ) تھا، جو صرف دینی کتابوں تک محدود نہیں بلکہ سائنس، ریاضی، فلسفہ، تاریخ اور تمام مفید علوم کو شامل کرتا ہے، اسلام نے ہمیشہ علم کو فرض قرار دیا ہے، چاہے وہ دینی ہو یا دنیوی،

اب وقت آ گیا ہے کہ تمام مدارس اپنے نصاب اور تعلیمی نظام میں ایک جامع انقلاب لائیں، وہ سرکاری اسکولوں اور پرائیویٹ بورڈنگ اسکولوں کے ساتھ مقابلہ کریں، اور صلاحیت کا لوہا منوائیں، کیونکہ مدارس کے طلباء محنت کرنے میں کبھی پیچھے نہیں رہتے، وہ بہترین رزلٹ دے سکتے ہیں۔

ایک ہائبرڈ یا مربوط نصاب ممکن ہے جس میں: دینی تعلیم (قرآن مجید، حدیث نبوی، فقہ، سیرت، اسلامی اخلاقیات اور عربی زبان) کو مکمل طور پر برقرار رکھا جائے (لیکن پیٹرن بدل کر) اور اسے کوئی نقصان نہ پہنچے، ساتھ ہی سرکاری نصاب کے مطابق سائنس، ریاضی، انگریزی، نیپالی زبان، سوشل سٹڈیز، کمپیوٹر سائنس، ماحولیات اور جدید مہارتیں پڑھائی جائیں، برائے نام نہیں بلکہ کامیابی کے ساتھ، تاکہ طلباء قومی سطح کے امتحانات میں نام نکال سکیں اور مدارس خاندان اور کمیونٹی کا نام روشن کر سکیں اور ملک و ملت کی خدمت کر سکیں، جدید تدریسی طریقے اپنائے جائیں: سائنس لیب، کمپیوٹر کلاسز، انگریزی میڈیم آپشن، اسپورٹس، لائبریری، extracurricular سرگرمیاں اور جدید ٹیکنالوجی کا استعمال۔

کچھ مدارس نے پہلے ہی اس سمت میں آغاز کیا ہے جہاں طلبہ mainstream مضامین کو اپنے مستقبل کے لیے اہم سمجھ رہے ہیں، خاص طور پر مدارس البنات میں سوشل سٹڈیز، نیپالی اور انگریزی کو مثبت دیکھا جا رہا ہے، جب کہ مدارس البنین کو سبقت لے جانا چاہئے تھا، اگر تمام مدارس اس طرف بڑھیں تو وہ نہ صرف مقابلہ کر سکتے ہیں بلکہ بہتر کارکردگی بھی دکھا سکتے ہیں، کیونکہ ان میں اخلاقی اور روحانی تربیت کا اضافی عنصر موجود ہوگا جو آج کے پرائیویٹ اسکولوں میں اکثر غائب ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سب کو عالم دین بننا ضروری نہیں، کچھ طلباء عالم، امام، خطیب یا دینی مدرس بنیں، جبکہ زیادہ تر ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان، تاجر، معلم یا سرکاری ملازم بن کر ملک اور کمیونٹی کی خدمت کریں، متوازن تعلیم ہی انہیں دونوں دنیاؤں کا فائدہ دے گی۔

اگر مدارس یہ انقلاب لا سکیں تو فوائد بے شمار ہوں گے، طلبہ معاشرے سے جڑیں گے، حکومتی سہولیات، وظائف اور قومی پروگراموں سے فائدہ اٹھائیں گے، والدین کا رجحان مدارس کی طرف واپس آئے گا کیونکہ وہ دیکھیں گے کہ یہاں بھی جدید معیار کی تعلیم مل رہی ہے، مسلمان کمیونٹی کی قومی سطح پر نمائندگی بڑھے گی، سماجی ہم آہنگی بڑھے گی اور فرقہ وارانہ فاصلے کم ہوں گے، سب سے بڑھ کر، نوجوان ملک کی تعمیر و ترقی میں فعال کردار ادا کریں گے۔

خدشات بھی موجود ہیں، کچھ لوگ ڈرتے ہیں کہ سرکاری نصاب دینی شناخت کو کمزور نہ کر دے یا مدارس پر غیر ضروری کنٹرول نہ ہو جائے، ان خدشات کا حل ممکن ہے، مدارس کے نمائندے، علماء کرام اور حکومت مل کر مشترکہ نصاب پر متفق ہوں، اور بہترین بات یہ ہے کہ حکومت نے دینی مضامین کو مکمل تحفظ دیا ہے، آپ اپنا نصاب بھی پڑھا سکتے ہیں حکومت کے نصاب کے ساتھ، لیکن پہلے کی طرح سرکاری نصاب کو نظرانداز نہیں کر سکتے اور یہ اچھی پہل ہے، اور دوسری بات شفافیت یقینی بنائی جائے اور سخت مخالفت کی بجائے فعال تعاون کا راستہ اپنایا جائے، نیپال کی حکومت کو بھی لچک دکھانی چاہیے، رجسٹریشن اور نگرانی کے ساتھ ساتھ مالی امداد، ٹیچر ٹریننگ اور انفراسٹرکچر کی سپورٹ بھی فراہم کی جائے، مدارس کو ختم کرنے کے بجائے انہیں قومی تعلیمی نظام کا فعال حصہ بنایا جائے۔

آخر میں، یہ اعلان ایک بڑا موقع ہے، مدارس والوں کو اب یہ سمجھ لینا چاہیے کہ الگ تھلگ رہنے سے کوئی فائدہ نہیں، اگر آپ معاشرے سے کٹے رہے تو آپ کی نمائندگی ختم ہو جائے گی، آپ کی آواز سننے والا کوئی نہیں رہے گا اور آپ کی کمیونٹی پیچھے رہ جائے گی، ملک میں رہنے والے اور گلف میں کام کرنے والے والدین کا بدلتا رجحان ایک وارننگ ہے، اسلام علم کا دین ہے، نیپال کے مدارس کو چاہیے کہ وہ پرانے نظریے کو چھوڑ کر جدید چیلنجز کا سامنا کریں، نصاب میں انقلاب لائیں، سرکاری اور پرائیویٹ اسکولوں سے مقابلہ کریں اور طلبہ کو دینی اقدار کے ساتھ جدید دنیا کے لیے تیار کریں۔

علماء کرام، والدین، مدارس کے ذمہ داران اور حکومت، سب کو مل کر کام کرنا ہوگا، صرف مخالفت یا روایت کی ضد نہیں، بلکہ اصلاح، تعاون اور ترقی کا راستہ اپنانا ہوگا، یہ تبدیلی نہ صرف ضروری ہے بلکہ ناگزیر بھی ہے، اگر آج اقدام نہ کیا گیا تو کل بہت دیر ہو چکی ہوگی، متوازن تعلیم ہی وہ کلید ہے جو مسلمان نوجوانوں کو ایک روشن مستقبل دے سکتی ہے، جہاں وہ اللہ کے سچے بندے بھی رہیں اور نیپال کے مفید، فعال اور کامیاب شہری بھی۔

راشد سیف اللہ
مدینہ منورہ

بالیندر شاہ کی موجودہ سرکار، قومی سالمیت اور ملکی خود مختاری کی طرف بڑھتے قدم

ڈاکٹر ثاقب ہارونی

کاٹھمانڈو نیپال

نیپالی سیاست میں اس عظیم ڈرامائی تبدیلی کا یقین خود ربی لمیچھانے اور بالیندر شاہ کو بھی نہیں تھا عوام الناس کا مقصد صرف کرپشن فری صاف ستھری قیادت کا انتخاب تھا لیکن اس بات کا اندازہ کسی کو بھی نہیں تھا کہ عوام سیاسی لیڈروں اس قدر بدظن ہے

لگ بھگ دو دہائیوں سے عوام الناس سنڈیکیٹ سسٹم بھاگ بنڈا کی سیاست سے تنگ آ چکی تھی کہیں نہ کہیں نیپال کی سیاست پر اشرافیہ کے علاوہ کسی کا پکڑ باقی نہیں رہا تھا موجودہ دستور میں ایک شاندار دستور ہونے کے باوجود جس طرح سے اہل سیاست نے دستور و آئین کی دھجیاں اڑائیں وہ عوام الناس کو ناقابل قبول تھا دستوری طور پر نیپال ایک متناسب اشتمالی جمہوریہ ہونے کے باوجود اشرافیہ نے ان دستوری و آئینی شقوں کو اپنے مفاد میں بے تحاشا استعمال کیا اپنی بیوی، سالی، گرل فرینڈ کو اشتمالیت کے لئے اہل سمجھا اور جس کیلئے اشتمالیت لایا گیا تھا وہ مقصد مفقود ہو کر رہ گیا تھا تناسب کیلئے کلسٹر کا قیام بھی عصبیت سے

عکاس تھا کلسٹر کا قیام برادری کے برعکس ذات پات کی بنیاد پر کیا مثال کے طور پر نیپال میں ۱ ہندو، ۲ بدھسٹ، ۳ کراتی، ۴ مسلم، اور ۵ کرسچین برادریاں ہیں برادریوں کی بنیاد پر اشتمالیت اور متناسب (رزرویشن) کو ذات بات کے طور پر کیا یعنی مسلم ایک قوم ایک برادری ہے یہاں پر مسلمانوں کو پانچواں کلسٹر نہ مان کر ایک ذات مانا گیا اس بھی بس نہ ہو کر مسلمانوں کو مدھیشی، پہاڑی، مرد عورت میں بانٹ کر ہر طرح سے استحصال کرنے کی کوشش کی اور گزشتہ سرکاریں جو سیکولرزم کے نعرے لگا رہی تھیں مسلمانوں کے حقوق کو لے کر کمیونلزم پر اتر آئیں

ایسے کراتی عیسائی بدھسٹ ہر طبقہ ایک عجیب سی کشمکش کا شکار تھا جو اس الیکشن میں اس کا شور سننے کو ملا اور عوام الناس ایسی تمام پارٹیوں کو زوردار تھپڑ رسید کیا اور کہا کہ یہ نیپال صرف اشرافیہ کا نہیں بلکہ عام نیپالیوں کا ہے زین جی آندولن بھی مذکورہ بالا تعفن زدہ آلودہ ماحول کا پیداوار تھا

اس تعفن زدہ آلودہ کرپشن کے ماحول سے ملک کو باہر نکالنے اور چپل چھاپ تاناشاہوں سے ملک کی آزادی کو لے کر عوام نے ربی لمیچھانے اور بالیندر شاہ کی قیادتوں کو نیپال کا زمام اقتدار سونپنے کا کام کیا ہے سیاسی تجزیہ کاروں کا ماننا تھا کہ بالیندر کی حکومت امریکہ کی رجیم چینج کا حصہ ہے اس لئے امریکی مفادات کی احیاء میں ایم سی سی کے ساتھ میں اسٹریٹیجک پارٹنر شپ کیلئے ایس پی پی کو بھی قبول کر لے گی جس کے تحت نیپال میں امریکہ عسکری طور پر اپنے پاؤں پسارنے کیلئے اہل ہو جائے گا اور نیپال میں امریکی عسکری موجودگی نیپال کی چین کے ساتھ بھارت سے بھی رشتوں کو متاثر کر دے گی مگر بالیندر شاہ کی سرکار نے ایس پی پی کو نہ قبول کر کے نیپال کو یوکرین بننے سے روکنے کا تاریخی فیصلہ لیا ہے اور جس عزم و ہمت اور فہم و فراست کا مظاہرہ کیا ہے عالمی سیاسی تجزیہ کار انگشت بدنداں ہیں

ایسے کرپشن کے خلاف کریک ڈاؤن، تعلیمی، معاشی و اقتصادی ریفارمنگ کے فیصلوں نے نیپالی عوام کے من کو موہنے کا کام کیا ہے

بالیندر شاہ کے موجودہ اقدام اور فیصلے ملک کی خود مختاری اور قومی سالمیت کے حق میں مفید اور تاریخی ثابت ہوتے ہوئے نظر آ رہے

میں ان تمام عالمی اور تیزی سے بدلتے ملکی حالات کے پیش نظر میں کشمکش اور انتشار کا شکار بھی تھا مگر ایک شاعر کے اک شعر مجھ سے کچھ یوں مخاطب ہوا

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا.

(مضمون نگار نیپال میں اردو ادب کے مشہور و معروف شاعر ہیں، اردو ادب کے حوالے سے نہایت ہی مخلص ہیں)

غزل

ڈاکٹر ثاقب ہارونی کاٹھمانڈو نیپال

مریض عشق ہوں میرا علاج بھی کر دے
حمیلِ ناز و ادا تخت و تاج بھی کر دے

دل و دماغ پہ ہر پل سوار ہو کے رہے
ہو اضطراب تلوّن مزاج بھی کر دے

یہ میری آنکھ اجالوں سے ہے فقط مانوس
شبِ سیاہ میں روشن سراج بھی کر دے

خلوص پیار وفاؤں کے اب رجسٹر میں
ہمارے نام کا تو اندراج بھی کر دے

کبھی کبھار تو کانٹوں سے میں الجھ جاؤں
لہولہان کبھی یہ سماج بھی کر دے

میں تیری نظم میں اک شوخ استعارہ ہوں
غزل کی طرح حسیں امتزاج بھی کر دے

یوں کل کے نام پہ گزرانِ زندگی ہے محال
تو میرے نام شب و روز آج بھی کر دے

یہ شوق اور تعلق وفا خلوص میاں
دلوں میں پیدا بہت اختلاج بھی کر دے

فقیرِ عشق ہوں ثاقب ادا کہاں سے کروں
کبھی معاف جنوں کا خراج بھی کر دے

اسلام اور ڈاکٹر بی آر امبیڈکر: ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ

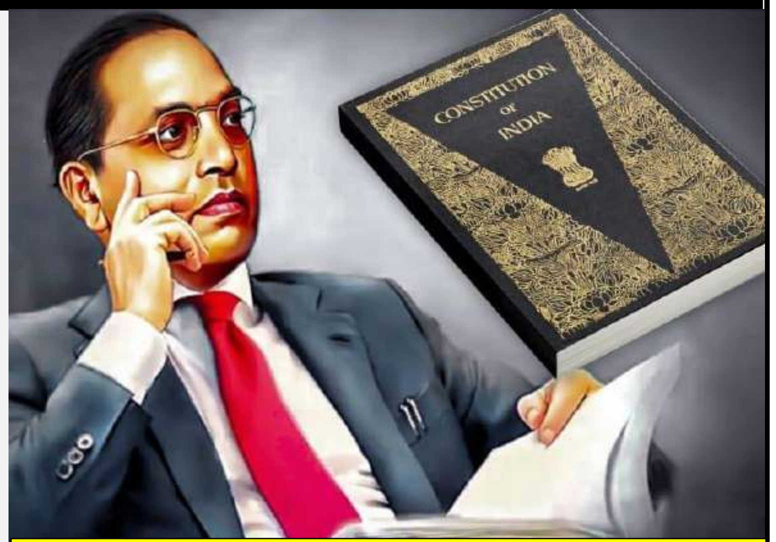

از قلم: ڈاکٹر مولانا محمد عبدالسمیع ندوی
اسسٹنٹ پروفیسر، مولانا آزاد کالج آف آرٹس، سائنس اینڈ کامرس، اورنگ آباد موبائل: 9325217306

ایک ہمہ جہت مفکر کی فکر کا دائرہ
ہندوستان کی فکری تاریخ میں ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر ایک ایسے دانشور کے طور پر سامنے آتے ہیں جنہوں نے سماجی انصاف، مساوات اور انسانی وقار کے لیے اپنی زندگی وقف کی۔ وہ نہ صرف آئینِ ہند کے معمار تھے بلکہ ایک گہرے مفکر، ماہرِ قانون اور سماجی نقاد بھی تھے۔ امبیڈکر کی تحریریں اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ ہر مذہب اور سماجی نظام کو تنقیدی نظر سے دیکھتے تھے۔
اسلام کے حوالے سے ان کے خیالات کو سمجھنے کے لیے ان کی اہم تصنیف Pakistan or the Partition of India (پاکستان یا ہندوستان کی تقسیم) بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، جس میں انہوں نے برصغیر کی سیاسی و سماجی صورتحال کا تفصیلی تجزیہ کیا ہے۔

امبیڈکر کا طریقۂ کار: مذہب نہیں، سماجی عمل ہدفِ تنقید

تحقیقی اعتبار سے یہ بات نہایت اہم ہے کہ امبیڈکر کی تنقید مذہبی عقائد (Theology) کے بجائے سماجی اطلاق (Social Practice) پر مرکوز تھی۔ جیسا کہ معروف محقق Christophe Jaffrelot اپنی کتاب Dr Ambedkar and Untouchability میں لکھتے ہیں کہ امبیڈکر کا بنیادی مقصد ہر اس سماجی ڈھانچے کو چیلنج کرنا تھا جو مساوات کے اصول سے متصادم ہو۔ اسی تناظر میں اسلام پر ان کی تنقید کو بھی سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ وہ دراصل ہندوستانی مسلم معاشرے کے عملی مسائل کی نشاندہی کر رہے تھے، نہ کہ اسلام کے بنیادی عقائد کی۔

مسلم سماج میں درجہ بندی: حقیقت یا مبالغہ؟ حوالہ جاتی تجزیہ

امبیڈکر نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کے اندر اشراف، اجلاف اور ارذل جیسے طبقات کا ذکر کیا اور اسے ایک قسم کی سماجی درجہ بندی قرار دیا۔
اس نکتے کی تائید بعض جدید محققین بھی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر Imtiaz Ahmad نے اپنی تحقیق Caste and Social Stratification among Muslims in India میں واضح کیا ہے کہ برصغیر کے مسلم معاشرے میں طبقاتی تقسیم موجود رہی ہے، جو تاریخی اور ثقافتی عوامل کا نتیجہ ہے۔
تاہم اس کے برعکس کچھ اسکالرز یہ مؤقف اختیار کرتے ہیں کہ یہ تقسیم مذہبی نہیں بلکہ سماجی اور علاقائی اثرات کا نتیجہ ہے، اور اسے اسلام کی اصل تعلیمات سے جوڑنا درست نہیں۔

ذات پات اور انڈوگیمی: امبیڈکر کا تنقیدی زاویہ

امبیڈکر نے مسلمانوں میں "انڈوگیمی" (اپنے ہی طبقے میں شادی) کے رجحان کو تنقید کا نشانہ بنایا۔
غوث انصاری معروف تحقیق Muslim Caste in Uttar Pradesh اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ بعض مسلم برادریوں میں شادی بیاہ کے معاملات میں طبقاتی حدود کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔
یہی وہ پہلو ہے جسے امبیڈکر نے اسلام کے مساواتی دعوے کے برخلاف قرار دیا، حالانکہ دیگر محققین کے مطابق یہ رجحان زیادہ تر ثقافتی وراثت کا نتیجہ ہے۔

خواتین اور پردہ: تنقید اور جدید تعبیرات

امبیڈکر نے پردہ نظام کو خواتین کی ترقی میں رکاوٹ قرار دیا۔
اس حوالے سے Leila Ahmed اپنی کتاب Women and Gender in Islam میں لکھتی ہیں کہ پردہ کی مختلف شکلیں تاریخی اور سماجی عوامل سے متاثر رہی ہیں، اور اسے ہر دور میں ایک ہی نظر سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اسی طرح Asghar Ali Engineer نے بھی اس بات پر زور دیا کہ اسلام نے خواتین کو بنیادی حقوق دیے ہیں، لیکن سماجی روایات نے ان حقوق کو محدود کر دیا ہے۔
یہ نقطہ نظر امبیڈکر کی تنقید کو ایک نئے زاویے سے دیکھنے کا موقع فراہم کرتا ہے، جہاں مسئلہ مذہب کے بجائے اس کی عملی تعبیر میں نظر آتا ہے۔

قومیت اور اخوت: ایک علمی مباحثہ

امبیڈکر نے مسلم اخوت کو محدود قرار دیا اور اسے قومی یکجہتی کے لیے ایک چیلنج کے طور پر دیکھا۔
تاہم Benedict Anderson کی مشہور کتاب Imagined Communities کے مطابق قومیت ایک سماجی تصور ہے، جو مختلف عوامل کے تحت تشکیل پاتا ہے، اور اسے کسی ایک مذہب کے تناظر میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔
اسی طرح کئی مسلم مفکرین اسلام کو ایک عالمگیر اخوت کا علمبردار قرار دیتے ہیں، جو انسانیت کی بنیاد پر تعلقات کو فروغ دیتا ہے۔

امبیڈکر کی تنقید: توازن اور وسعت

یہ حقیقت نظرانداز نہیں کی جا سکتی کہ امبیڈکر نے ہندو مذہب میں ذات پات کے نظام پر سب سے زیادہ سخت تنقید کی۔ ان کی شہرۂ آفاق تصنیف Annihilation of Caste اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کی جدوجہد کا اصل ہدف ہر قسم کی سماجی ناانصافی کا خاتمہ تھا۔
لہٰذا اسلام پر ان کی تنقید کو الگ تھلگ دیکھنے کے بجائے اسے ان کی مجموعی فکر کے دائرے میں رکھ کر سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔

عصر حاضر میں غلط تعبیرات اور چیلنجز

آج کے ڈیجیٹل دور میں امبیڈکر کے خیالات کو اکثر جزوی طور پر پیش کیا جاتا ہے، جس سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔

تحقیقی دیانت داری کا تقاضا ہے کہ:

ان کی تحریروں کو مکمل تناظر میں پڑھا جائے
مختلف حوالوں کا تقابلی جائزہ لیا جائے
تنقید کو نفرت کے بجائے اصلاح کے تناظر میں سمجھا جائے

مکالمہ، تحقیق اور توازن کی ضرورت

ڈاکٹر بی آر امبیڈکر کی فکر ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ کسی بھی سماج کی بہتری کے لیے تنقیدی جائزہ ناگزیر ہے۔ تاہم یہ تنقید تعصب سے پاک اور تحقیق پر مبنی ہونی چاہیے۔
اسلام کے حوالے سے ان کے خیالات کو اگر مکمل تناظر میں دیکھا جائے تو یہ ایک ایسے مفکر کی آواز محسوس ہوتی ہے جو ہر اس نظام کو چیلنج کرتا ہے جو مساوات اور انصاف کے اصولوں سے ہٹ جائے۔
آج کے دور میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم امبیڈکر کی فکر کو تقسیم کے بجائے مکالمے کا ذریعہ بنائیں۔ یہی طرزِ فکر ایک بہتر، منصفانہ اور ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل کی بنیاد رکھ سکتا ہے۔

ماضی کے جھروکوں سے

محمد شفیق الرحمن عزیزی مصباحی ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ، یورپ

تازہ خوانی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز بخواں ایں قصۂ پارینہ را
گزشتہ زمانوں کی یادیں محض قصے کہانیاں نہیں ہوتیں، بلکہ وہ ہمارے اسلاف کی محنت، اخلاص اور قربانیوں کا آئینہ دار ہوتی ہیں۔ ان یادوں میں ایسی روشنی پوشیدہ ہوتی ہے، جو حال کے اندھیروں کو بھی منور کر دیتی ہے۔ جب ہم ماضی کے ان اوراق کو پلٹتے ہیں تو ہمیں نہ صرف اپنے اکابرین کی سیرت کا علم ہوتا ہے، بلکہ اپنے لیے بھی راہِ عمل متعین ہوتی ہے۔ ذیل میں پیش کیا جانے والا واقعہ اسی روشن ماضی کی ایک جھلک ہے، جو خلوص، دیانت اور اہلِ علم کی قدر شناسی کا حسین نمونہ پیش کرتا ہے۔
ستر کی دہائی میں دارالعلوم علیمیہ (جمدا شاہی) کا عربی و فارسی کے سلسلے میں الہ آباد بورڈ سے الحاق ہوا۔ رجسٹریشن کے بعد کچھ عرصہ تک غیر امدادی طور پر "مولوی" اور "منشی" کے امتحانات منعقد ہوتے رہے۔ درجۂ مولوی میں گورکھپور کے مولوی عبد الرحیم وغیرہ شریکِ امتحان ہوئے، جب کہ درجۂ منشی میں ہماری جماعت تھی، جس میں مولانا امید علی صدیقی وغیرہ شامل تھے۔
موسمِ سرما میں الہ آباد سے رجسٹرار جناب ابوذر مانی صاحب تفتیش کے لیے تشریف لائے۔ آپ نہایت وجیہ، دراز قد اور شیروانی میں ملبوس ایک رعب دار شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے ہم سے نحو و صرف کے چند سوالات کیے۔
غالباً مجھ سے "دلو" کے اعراب کے بارے میں سوال کیا تھا۔ اطمینان کے ساتھ واپس تشریف لے گئے۔ (ان کے اطمینان کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ حضرت مولانا نورالدین نظامی الہ آبادی کے شاگرد تھے اور علامہ نظامی علیہ الرحمہ سے خصوصی نیاز مندی رکھتے تھے) چند ہی مہینوں میں علیمیہ کو گرانٹ حاصل ہو گئی، حضرت علامہ قادری علیہ الرحمہ براوں شریف کی مسلسل سرپرستی حاصل تھی۔
جب پہلی تنخواہ کی قسط آئی تو بانیٔ ادارہ اور صدرِ انتظامیہ جناب سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم جمدا شاہی موجود تھے۔ اس زمانے میں پرائمری اور درجۂ مولوی کے اساتذہ کی تنخواہیں پچاس، پچھتر اور ایک سو روپے ہوا کرتی تھیں، جب کہ درجۂ پرائمری کے اساتذہ کی تنخواہ ۳۵۰ روپے سے شروع ہوئی۔ ازراہِ خیر خواہی، قادری صاحب علیہ الرحمہ نے علیمی صاحب سے فرمایا کہ درجۂ پرائمری کی تنخواہوں میں کچھ کمی کر دی جائے، تاکہ ادارے کو سہارا مل سکے۔
اس پر علیمی صاحب نے نہایت برجستگی سے عرض کیا: "حضرت! یہ ممکن نہیں۔ جس کا جو حق مقرر ہو چکا ہے، اسے پورا ملے گا۔ ہم ایک پیسہ بھی نہیں کاٹیں گے۔ ادارے کے لیے ہم خود مزید محنت کر لیں گے۔" سبحان اللہ! کیسی مخلص، دیانت دار اور اساتذہ و طلبہ کے حقیقی قدردان شخصیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج لوگ ان کی نیکی، خلوص اور حسنِ سلوک کی بدولت انہیں جانتے اور پہچانتے ہیں۔
اداروں کی ترقی محض وسائل سے نہیں بلکہ نیک نیت، عادل اور باکردار قیادت سے ہوتی ہے۔ جب ذمہ داران میں اخلاص، انصاف اور قربانی کا جذبہ موجود ہو تو محدود وسائل بھی برکت کا سبب بن جاتے ہیں۔ ہمارے اسلاف نے اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ حق دار کو اس کا حق دینا ہی اصل دیانت ہے، اور یہی وہ بنیاد ہے، جس پر پائیدار ادارے قائم ہوتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہی اوصاف کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔
محمد شفیق الرحمن عزیزی مصباحی
ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ، یورپ

دارین اکیڈمی، جمشید پور میں ''رئیس القلم سیمینار ہال'' کا پروقار افتتاح

نیپال اردو ٹائمز
پریس ریلیز

مؤرخہ ۱۳ اپریل ۲۰۲۶ء، ملک کی معروف و منفرد اقامتی درسگاہ دارین اکیڈمی، جمشید پور میں ''رئیس القلم سیمینار ہال'' کا نہایت شاندار اور روح پرور افتتاح عمل میں آیا۔ یہ سعادت مترجمِ قرآن، جانشینِ رئیس القلم، حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب قبلہ (سربراہِ اعلیٰ جامعہ فیض العلوم، جمشید پور و بانی الحجاز انٹرنیشنل کالج امریکہ) کے دستِ مبارک سے حاصل ہوئی۔
افتتاحی تقریب بانیٔ دارین اکیڈمی، حضور معمارِ ملت، الحاج حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمالک مصباحی صاحب قبلہ کی سرپرستی میں منعقد ہوئی، جب کہ نظامت کے فرائض نہایت حسنِ اسلوب کے ساتھ حضرت ڈاکٹر نعمت اللہ مصباحی اور مفتی بدر عالم فیضی نظامی نے انجام دیے۔ تقریب کا آغاز تلاوت کلام اللہ کے بعد طلبۂ دارین اکیڈمی کی جانب سے ادارہ کے تعارف سے ہوا، جو عربی و انگریزی زبانوں میں نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا گیا۔ اس کے بعد شاعرِ اسلام حضرت ابرار قیصر اورنگ آبادی نے اپنی دلنشیں نعتیہ پیشکش سے محفل کو نورانیت و سرور سے معمور کر دیا۔
بعد ازاں، مہمانِ خصوصی حضرت علامہ مولانا مفتی ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب قبلہ نے نہایت بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ آپ نے دارین اکیڈمی کی امتیازی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے کامیابی کے تین درجات بیان فرمائے:
(۱) آخرت کی کامیابی جو سب سے اعلیٰ و ارفع ہے، (۲) دنیاوی کامیابی جو اگر تنہا مقصد بن جائے تو انسان کو ہلاکت کی راہ پر ڈال دیتی ہے، (۳) دین و دنیا کی جامع کامیابی جس کی تعلیم خود ربِ کائنات نے ان الفاظ میں عطا فرمائی:
رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ آپ نے واضح فرمایا کہ یہی وہ متوازن فکر ہے جس پر دارین اکیڈمی کی بنیاد رکھی گئی ہے، اور بانیٔ ادارہ حضرت مفتی عبدالمالک مصباحی صاحب قبلہ اسی عظیم مشن کے علمبردار ہیں۔ بلاشبہ، اس ادارہ کو دیکھ کر یہ احساس جاگزیں ہوتا ہے کہ علم کے بیکراں سمندر کو بھی ایک کوزے میں سمیٹا جا سکتا ہے۔
مزید برآں، آپ نے اس حقیقت کو بھی اجاگر کیا کہ دینی و عصری تعلیم کے حسین امتزاج کی ضرورت ہمیشہ سے رہی ہے، اور اس میدان میں علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے، جنہوں نے جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی کے قیام کے ذریعے اس فکر کو عملی جامہ پہنایا۔
خطاب کے دوران ایک نہایت معنی خیز نکتہ بھی پیش کیا کہ: *منزل تک پہنچ کر نئی منزل کی جستجو ہی اصل کام ہے*، اسی تناظر میں حضرت مفتی عبدالمالک مصباحی صاحب کی جدوجہد کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایک منزل کے حصول کے بعد بھی نئی بلندیوں کی تلاش میں مصروف ہیں۔
آپ نے مستقبل کے حوالے سے یہ پیش گوئی بھی فرمائی کہ آنے والے ۲۰ تا ۲۵ سالوں میں ایسے تعلیمی اداروں کی شدید ضرورت ہو گی جہاں دینی اور عصری علوم کا حسین امتزاج ہو، اور الحمد للہ دارین اکیڈمی اس سمت میں پہلے ہی ایک مضبوط قدم جما چکی ہے۔ البتہ، اس کے ساتھ یہ بھی تاکید فرمائی کہ کچھ مدارسِ اسلامیہ اپنی اصل ہیئت پر برقرار رہیں، تاکہ دینی روایت کا تسلسل محفوظ رہ سکے۔
آخر میں دعائیہ کلمات کے ساتھ یہ بابرکت اور علمی و روحانی محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔
تقریب میں شرکت کرنے والے معزز علماء و احباب میں خصوصی مہمان حضرت شہزادۂ قائد اہل سنت مولانا غلام ربانی صاحب قبلہ و برادر اصغر مترجم قرآن حضرت مولانا غلام شعرانی صاحب قبلہ،
حضرت مولانا محمد عاشق حسین، حافظ و قاری مولانا محمد شمیم رضا مصباحی، حافظ و قاری آفاق عالم منیجر دارین اکیڈمی حافظ و قاری مزمل صاحب، حافظ و قاری محمد ظفیر صاحب، حافظ و قاری محمد کلیم صاحب، حافظ و قاری محمد فرید اخلاقی صاحب، متہم حافظ و قاری محمد آفاق صاحب، حافظ محمد مصدق صاحب، مولوی محمد انور صاحب، ماسٹر محمد غزالی، ماسٹر محمد صغیر صاحب، محمد رمضان صاحب، ماسٹر محمد سہیل صاحب، ماسٹر محمد انوار الحق صاحب، ماسٹر سوپر سورین اور ماسٹر ہیمنت صاحب بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔
اللہ تعالیٰ دارین اکیڈمی کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، اور اسے دین و ملت کی خدمت کا ایک عظیم مرکز بنائے۔
آمین ثم آمین۔

اساتذہ کے بغیر معیاری تعلیم ممکن نہیں: ڈاکٹر عمار رضوی

فخر الدین علی احمد گورنمنٹ پی جی کالج محمود آباد میں گولڈن جوبلی تقریب منعقد

لکھنؤ (پریس ریلیز/ابوشحمہ انصاری)
سابق کارگزار وزیر اعلیٰ اترپردیش اور آل انڈیا مائناریٹیز فورم فار ڈیموکریسی کے قومی صدر ڈاکٹر عمار رضوی نے کہا ہے کہ تعلیم کی مضبوطی میں اساتذہ کلیدی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے بغیر معیاری تعلیم ممکن نہیں ہے اور انہی کی محنت سے طلبہ بہتر مستقبل کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں۔ وہ فخر الدین علی احمد گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج محمود آباد میں منعقدہ گولڈن جوبلی تقریب سے بطور مہمانِ خصوصی خطاب کر رہے تھے۔
انہوں نے کہا کہ کسی تعلیمی ادارے کا پچاس سال مکمل کرنا اس کی تعلیمی خدمات کا واضح ثبوت ہے۔
اس ادارے سے فارغ ہونے والے طلبہ ملک و قوم کا نام روشن کر رہے ہیں، جو اس کی کامیابی کا مظہر ہے۔ انہوں نے دیگر تعلیمی اداروں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ جواہر لعل نہرو پولی ٹیکنک بانسرہ اور دیگر ادارے بھی تعلیمی میدان میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ تقریب کا آغاز شمع روشن کر کے کیا گیا، جس کے بعد طالبات نے استقبالیہ نغمہ پیش کیا۔ کالج کی پرنسپل ڈاکٹر سیما سنگھ نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور ادارے کی پچاس سالہ تعلیمی خدمات پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں مہمانِ خصوصی کو یادگاری نشان پیش کیا گیا۔
پروگرام کی نظامت ڈاکٹر منتظر قائمی نے کی، جبکہ تقریب کے دوران ہونہار طلبہ و طالبات کو انعامات اور اسناد سے نوازا گیا۔ اس موقع پر پروفیسر آر پی سنگھ، پروفیسر سرویش کمار، ڈاکٹر گوری شنکر گپتا، ڈاکٹر رضوان الحق، ڈاکٹر محمد سعید، ڈاکٹر پرشانت سنگھ، ڈاکٹر داؤد احمد، پروفیسر جیوتی شاہ، پروفیسر وپن کمار شکلا، پروفیسر سنت رام، رمیش واجپئی، ایچ پی ترپاٹھی، پونم موریہ، ڈاکٹر پرار تھنا سنگھ، انوار حسین، ڈاکٹر زبیبہ خان سمیت دیگر معززین موجود رہے۔ تقریب سے پروفیسر رشمی بشنوئی اور بھاسکر شرما نے بھی خطاب کیا، جبکہ آخر میں مہمانِ خصوصی نے طلبہ و طالبات کے روشن مستقبل کے لیے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ یہ اطلاع آل انڈیا مائناریٹیز فورم فار ڈیموکریسی کے شعبۂ نشر و اشاعت کے سیکریٹری ابوشحمہ انصاری نے فراہم کی۔

Abu Shahma Ansari
Secretary (Publicity & Publication)
All India Minorities Forum for
DemocracySaadatganj, Barabanki (U. P)

نیپال نیا سال ۲۰۸۳

نوشاد عالم قادری۔۔۔۔۔۔۔۔۔

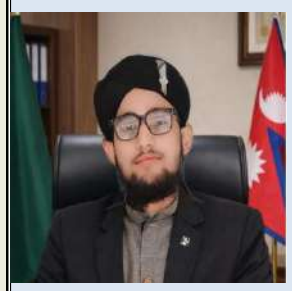

نیپال کی سرزمین پر آج ایک نئے سال کا روشن سویرا طلوع ہوا ہے۔ فضا میں تازگی ہے، ہواؤں میں امید کی خوشبو بسی ہوئی ہے، اور دلوں میں نئی آرزوؤں کے چراغ روشن ہو رہے ہیں۔ یہ محض تاریخ کی تبدیلی نہیں بلکہ ایک نئے عزم، نئی سوچ اور نئی زندگی کی شروعات کا پیغام ہے۔

نیا سال ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ جو لمحے گزر گئے، وہ قصۂ ماضی بن چکے؛ اب ہمیں حال کو سنوارنا اور مستقبل کو سنہرا بنانا ہے۔ یہ وہ موقع ہے جب انسان اپنے دل کے دریچوں کو کھول کر خود کا محاسبہ کرتا ہے، اپنی لغزشوں پر ندامت محسوس کرتا ہے اور آئندہ کے لیے بہتر فیصلوں کا عہد کرتا ہے۔ گویا نیا سال ایک آئینہ ہے، جس میں ہم اپنی حقیقت کو صاف صاف دیکھ سکتے ہیں۔ نیپال کی خوبصورت وادیوں، سرسبز پہاڑوں اور دلکش مناظر کے درمیان یہ نیا سال ایک نعمت کی مانند آیا ہے۔ یہ سرزمین امن، محبت اور اخوت کا گہوارہ ہے، جہاں مختلف مذاہب، زبانیں اور ثقافتیں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی کے ساتھ زندگی گزارتی ہیں۔ ایسے میں نئے سال کی آمد ہمیں مزید قریب آنے، دلوں کو جوڑنے اور نفرتوں کو مٹانے کا پیغام دیتی ہے۔ آئیے! ہم اس نئے سال کو صرف خوشیوں کے اظہار تک محدود نہ رکھیں بلکہ اسے اپنے کردار کی اصلاح، اپنی نیتوں کی پاکیزگی اور اپنی زندگیوں میں مثبت تبدیلی کا ذریعہ بنائیں۔ ہم عہد کریں کہ سچائی کو اپنائیں گے، عدل و انصاف کا ساتھ دیں گے، اور اپنے معاشرے میں محبت، رواداری اور بھائی چارے کو فروغ دیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ نیا سال نیپال کے ہر فرد کے لیے امن، خوشحالی اور کامیابی کا پیغام لے کر آئے۔ ہر گھر میں مسرتوں کے چراغ روشن ہوں، ہر دل امید سے معمور ہو، اور ہر قدم کامیابی کی طرف بڑھتا رہے۔

نیا سال مبارک ہو! یہ سال آپ کے لیے خیر و برکت، کامیابی اور دائمی خوشیوں کا پیامبر ثابت ہو۔ آمین۔

قلم نوشاد احمد قادری میڈیا انچارج علماء فاؤنڈیشن ضلع کپلوستو، صدر مدرس جامعہ اہل سنت مصباح العلوم مسکینیہ چنروٹا

اس دور میں حق گوئی ایک کٹھن مگر ضروری راستہ

موجودہ زمانہ فتنوں، مصلحتوں اور مفاد پرستی کا دور بن چکا ہے۔ سچ بولنا آسان نہیں رہا اور حق بات کہنا گویا اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالنے کے مترادف ہو گیا ہے۔ جو شخص حق کا ساتھ دیتا ہے، اسے اکثر مخالفت، تنقید اور کبھی کبھار سماجی بائیکاٹ کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں یا حالات کے مطابق اپنی بات بدل لیتے ہیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ پڑھے لکھے افراد بھی سچائی کے بجائے چاپلوسی اور جی حضوری کو ترجیح دے رہے ہیں۔ حق کے بجائے مفاد کو اہمیت دی جا رہی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ رجحان صرف دنیاوی معاملات تک محدود نہیں رہا، بلکہ دینی حلقوں میں بھی اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ بڑے بڑے مقررین اور خطباء، جن سے حق گوئی کی امید کی جاتی ہے، وہ بھی بعض اوقات مصلحت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ایسے حالات میں حق پر قائم رہنا اور سچ بولنا یقیناً ایک بڑی آزمائش ہے۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ ہمیشہ وہی لوگ کامیاب ہوئے ہیں جنہوں نے حق کا دامن نہیں چھوڑا، چاہے انہیں کتنی ہی مشکلات کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑا ہو۔ حق وقتی طور پر دب سکتا ہے، مگر مٹ نہیں سکتا۔ میرے والد گرامی، فخرِ ملت حضرت علامہ مولانا نورالہدیٰ نظامی مصباحی علیہ الرحمہ جیسے عالم دین اس بات کی زندہ مثال تھے کہ ایک سچا عالم کبھی حق کہنے سے نہیں گھبراتا۔ وہ بڑے سے بڑے مقام پر فائز افراد کے سامنے بھی حق بات کہنے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ ان کی زندگی ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ حق گوئی صرف ایک عادت نہیں بلکہ ایک ذمہ داری ہے۔

یہ ایک عظیم سعادت ہے کہ ہم کو ایسی جرات و بے باکی وراثت میں ملی۔ اگر کوئی شخص حق بات کی وجہ سے مخالفت کا شکار ہوتا ہے، یا اسے کسی مجلس یا گروہ سے نکال دیا جاتا ہے، تو یہ اس کی کمزوری نہیں بلکہ اس کے اصولوں کی مضبوطی کی علامت ہے۔ حق کا راستہ کبھی آسان نہیں ہوتا، مگر یہی راستہ انسان کو عزت اور وقار عطا کرتا ہے۔

محمد نور القمر نورانی
موبائل نمبر ۹۹۱۸۴۸۸۲۵۳

مذاکرات ناکام امکانات زندہ!

(حافظ) افتخار احمد قادری

بڑی تبدیلیاں ہمیشہ خاموشی سے جنم لیتی ہیں۔ بعض اوقات بظاہر بے نتیجہ نظر آنے والے واقعات اپنے اندر ایسے امکانات چھپائے ہوتے ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ کسی بڑی پیش رفت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی معاملہ بین الاقوامی سیاست میں ہونے والے مذاکرات کا بھی ہے جہاں ہر نشست کا نتیجہ معاہدہ نہیں ہوتا مگر ہر گفتگو مستقبل کی راہوں کو ضرور ہموار کرتی ہے۔ ایران و امریکہ کے درمیان حالیہ مذاکرات کو بھی اسی زاویے سے دیکھنے کی ضرورت ہے جہاں ناکامی کی خبر کے پس پردہ کئی امیدیں اور امکانات سانس لے رہے ہیں۔ حالیہ مذاکرات کے اختتام پر جو بیانیہ سامنے آیا وہ بظاہر ایک تضاد لیے ہوئے تھا۔ ایک طرف یہ کہا گیا کہ بات چیت تعمیری اور بامعنی رہی جبکہ دوسری طرف اس امر کا اعتراف بھی کیا گیا کہ کسی معاہدے تک پہنچنا ممکن نہ ہو سکا۔ یہ دوہرا تاثر دراصل اس پیچیدہ سفارتی عمل کی عکاسی کرتا ہے جس میں پیش رفت اور جمود ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ الفاظ کی حد تک قربت اور عملی سطح پر فاصلے یہی وہ کیفیت ہے جو ایران و امریکہ کے تعلقات کی حقیقی تصویر پیش کرتی ہے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ ان مذاکرات سے کسی فوری بریک تھرو کی توقعات زیادہ نہیں تھیں۔ دونوں ممالک کے درمیان دہائیوں پر محیط بداعتمادی، سیاسی مخاصمت اور تزویراتی کشمکش اس قدر گہری ہو چکی ہے کہ اسے ایک یا دو نشستوں میں ختم کرنا ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب اسلام آباد میں طویل اور اعصاب شکن مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا تو مبصرین کی نگاہیں تو اس پر مرکوز رہیں مگر امیدوں کا دامن محتاط ہی رہا۔ مذاکرات کا مرکزی نکتہ ایران کا جوہری پروگرام تھا جو طویل عرصے سے عالمی سیاست میں تنازعے کا باعث بنا ہوا ہے۔ ایران مسلسل یہ مؤقف اختیار کرتا آیا ہے کہ اس کا جوہری پروگرام پرامن مقاصد کے لیے ہے اور وہ اپنی توانائی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے یہ صلاحیت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کے برعکس امریکہ اور یورپی ممالک اس دعوے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انہیں خدشہ ہے کہ یہ پروگرام دراصل جوہری ہتھیاروں کی تیاری کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ یہی بنیادی اختلاف مذاکرات کی کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن کر سامنے آیا۔ امریکہ کی جانب سے پیش کی گئی شرائط میں سب سے اہم تقاضا یہ تھا کہ ایران نہ صرف موجودہ بلکہ مستقبل میں بھی جوہری ہتھیار بنانے کی کسی بھی کوشش سے مکمل طور پر دستبردار ہو جائے اور اس کے لیے ایک قابل تصدیق نظام کو قبول کرے۔ دوسری جانب ایران نے ان شرائط کو اپنی خود مختاری کے منافی قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا۔ ایران کا مؤقف ہے کہ کسی بھی خود مختار ریاست کو اپنے دفاع اور توانائی کے معاملات میں آزادانہ فیصلے کا حق حاصل ہے اور اس حق پر کوئی سمجھوتہ ممکن نہیں۔ یہ اختلاف تکنیکی نوعیت کا نہیں بلکہ اس کے پس پردہ گہرے سیاسی و تزویراتی عوامل کارفرما ہیں۔ اعتماد کا فقدان اس قدر شدید ہے کہ ایک فریق کی یقین دہانی دوسرے کے لیے ناکافی محسوس ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذاکرات کے دوران دونوں جانب سے سخت مؤقف اختیار کیا گیا اور کسی قابل ذکر لچک کا مظاہرہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

ایران کی جانب سے خطے میں امریکی فوجی موجودگی کے خاتمے کا مطالبہ بھی ایک اہم نکتہ تھا جس نے مذاکرات کو مزید پیچیدہ بنا دیا۔ خلیج فارس اور مشرق وسطیٰ میں قائم امریکی فوجی اڈے نہ صرف اس کی دفاعی حکمت عملی کا حصہ ہیں بلکہ عالمی سطح پر اس کے اثر و رسوخ کی علامت بھی ہیں۔ ان اڈوں کا تعلق عالمی تجارتی راستوں خصوصاً آبنائے ہرمز کے تحفظ سے بھی ہے جہاں سے دنیا کی ایک بڑی مقدار میں تیل گزرتا ہے۔ ایسے میں امریکہ کے لیے ان اڈوں سے دستبردار ہونا ایک علاقائی فیصلہ نہیں بلکہ عالمی توازن طاقت سے جڑا ہوا معاملہ ہے۔ تاہم ان تمام اختلافات کے باوجود اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ یہ مذاکرات ایک نہایت نازک وقت میں منعقد ہوئے۔ چند روز قبل تک خطے میں کشیدگی اپنے عروج پر تھی اور جنگ کے بادل منڈلا رہے تھے۔ امریکہ کی جانب سے سخت بیانات اور ایران کے جوابی ردعمل نے صورتحال کو انتہائی حساس بنا دیا تھا۔ ایسے میں دونوں فریقوں کا مذاکرات کی میز پر آنا بذات خود ایک مثبت پیش رفت ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ سفارت کاری کے دروازے ابھی مکمل طور پر بند نہیں ہوئے۔ عارضی جنگ بندی اور بحری راستوں کو کھلا رکھنے پر اتفاق بھی ایک اہم کامیابی کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ آبنائے ہرمز کی بندش عالمی معیشت کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتی تھی کیونکہ دنیا کی ایک بڑی تیل سپلائی اسی راستے سے گزرتی ہے۔ اس تناظر میں اس راستے کی سلامتی پر اتفاق عالمی استحکام کے لیے ایک امید افزا قدم ہے جو اگرچہ جزوی ہے مگر غیر اہم نہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سفارتی عمل ہمیشہ تدریجی ہوتا ہے۔ کوئی بھی بڑا معاہدہ یکایک طے نہیں پاتا بلکہ اس کے لیے مسلسل رابطے، اعتماد سازی اور باہمی لچک درکار ہوتی ہے۔ آج کی ناکامی کل کی کامیابی کی بنیاد بن سکتی ہے بشرطیکہ فریقین اپنے رویوں میں نرمی پیدا کریں اور ایک دوسرے کے مؤقف کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ عالمی سیاست کی تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ طاقت کے ذریعے حاصل کیا گیا غلبہ ہمیشہ قائم نہیں رہتا۔ وقت کے ساتھ حالات بدلتے ہیں، ترجیحات تبدیل ہوتی ہیں اور پالیسیاں بھی نئے تقاضوں کے مطابق ڈھلتی ہیں۔ یہی اصول اس تنازعے پر بھی لاگو ہوتا ہے جہاں آج کی سخت گیر پوزیشن کل کسی مفاہمت کی شکل اختیار کر سکتی ہے۔ اس پس منظر میں ایران و امریکہ کے درمیان حالیہ مذاکرات کو مکمل ناکامی قرار دینا مناسب نہیں۔ یہ ایک عارضی تعطل ضرور ہے مگر اس کے اندر آگے بڑھنے کی گنجائش موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دونوں فریق اپنے مطالبات کو حتمی اور ناقابل تغیر نہ سمجھیں بلکہ ایک ایسے درمیانی راستے کی تلاش کریں جو نہ صرف ان کے مفادات کا تحفظ کرے بلکہ خطے میں پائیدار امن کی بنیاد بھی رکھ سکے۔ ثالثی کے امکانات بھی اس تناظر میں خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر کوئی غیر جانبدار ملک دانشمندی اور خلوص کے ساتھ دونوں فریقوں کے درمیان پل کا کردار ادا کرے تو یہ تعطل ٹوٹ سکتا ہے۔ ایسے ممالک جن پر دونوں فریق کسی حد تک اعتماد رکھتے ہوں مستقبل میں اس عمل کو آگے بڑھانے میں کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہ مذاکرات اگرچہ اپنے فوری ہدف کے حصول میں کامیاب نہیں ہو سکے مگر انہوں نے ایک ایسا دروازہ ضرور کھلا رکھا ہے جس سے مستقبل میں مفاہمت کی روشنی داخل ہو سکتی ہے۔ یہی وہ پہلو ہے جو اس بظاہر ناکامی کو ایک معنی خیز پیش رفت میں بدل دیتا ہے ایک ایسی پیش رفت جو ہمیں یہ امید دلاتی ہے کہ تصادم کے سائے میں بھی مکالمے کی شمع بجھنے نہیں پاتی۔

یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ بڑے تنازعات ہمیشہ ایک ہی نشست میں حل نہیں ہوتے۔ ان کے حل کے لیے بار بار دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے، بارہا اختلافات کے کانٹوں سے گزرنا پڑتا ہے اور کئی مرتبہ اپنے مؤقف کی سختی کو نرم کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہر ناکام کوشش کے بعد مکالمے کا سلسلہ منقطع کر دیا جائے تو پھر دنیا میں کوئی بھی دیرپا امن قائم نہ رہ سکے۔ اس لیے اصل دانشمندی اسی میں ہے کہ بات چیت کا یہ سلسلہ جاری رہے خواہ اس کی رفتار سست ہی کیوں نہ ہو۔ ایران و امریکہ کے درمیان موجودہ تعطل دراصل اسی وسیع تر حقیقت کی ایک جھلک ہے کہ عالمی سیاست میں کوئی بھی مسئلہ یک رخ نہیں ہوتا۔ ہر تنازعے کے پیچھے مفادات و خدشات اور تاریخی تجربات کی ایک طویل داستان ہوتی ہے۔ جب تک ان تمام پہلوؤں کو سنجیدگی سے سمجھنے اور تسلیم کرنے کی کوشش نہ کی جائے اس وقت تک کسی حتمی حل تک پہنچنا ایک خواب ہی رہے گا۔ آج دونوں فریق اپنے مؤقف کو دہرانے کے بجائے ایک دوسرے کے خدشات کو بھی حقیقت کی نظر سے دیکھیں اور طاقت کے اظہار کے بجائے ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جائے۔ کیونکہ طاقت کا بے مہار استعمال وقتی طور پر کسی ایک فریق کو برتری تو دے سکتا ہے مگر اس کے اثرات ہمیشہ دیرپا اور اکثر تباہ کن ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر تحمل و بردباری اور دور اندیشی کو اختیار کیا جائے تو بظاہر بند راستے بھی کھلنے لگتے ہیں اور ناممکن دکھائی دینے والی راہیں بھی ہموار ہو جاتی ہیں۔ آج عالمی برادری کے لیے یہ لمحہ کسی امتحان سے کم نہیں۔ اگر بڑی طاقتیں اپنی پالیسیوں میں اعتدال و انصاف کو جگہ دیں اور چھوٹے ممالک کے تحفظات کو سنجیدگی سے لیں تو بہت سے تنازعات از خود اپنی شدت کھو سکتے ہیں۔ اسی طرح علاقائی قوتوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے فیصلوں میں جذباتیت کے بجائے حکمت اور ذمہ داری کو مقدم رکھیں کیونکہ ایک غلط قدم نہ صرف پورے خطے بلکہ دنیا کے امن کو بھی خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ جنگ کبھی بھی کسی مسئلے کا مکمل حل نہیں ہوتی۔ وہ صرف مسائل کو ایک نئی شکل دے دیتی ہے، شدت کو بڑھا دیتی ہے اور انسانی المیوں کی ایک نہ ختم ہونے والی داستان چھوڑ جاتی ہے۔ اس کے برعکس مکالمہ چاہے کتنا ہی طویل اور مشکل کیوں نہ ہو بالآخر کسی نہ کسی حل کی طرف ضرور لے جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ نے ہمیشہ انہی کوششوں کو سراہا ہے جو امن کے لیے کی گئیں نہ کہ ان اقدامات کو جو تباہی کا سبب بنے۔ پس موجودہ مذاکرات کی ناکامی کو اگر ایک وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو یہ دراصل ایک وقفہ ہے جو فریقین کو سوچنے سمجھنے اور اپنی حکمت عملیوں پر نظر ثانی کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اگر اس موقع سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھایا جائے تو یہی تعطل کسی مثبت پیش رفت کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ آخر کار قوموں کی عظمت کا دار و مدار صرف ان کی عسکری قوت پر نہیں بلکہ ان کی اخلاقی بصیرت سفارتی حکمت اور امن کے لیے ان کے عزم پر بھی ہوتا ہے۔ اگر دنیا کے طاقتور ممالک اس حقیقت کو دل سے تسلیم کر لیں تو نہ صرف یہ تنازعہ بلکہ اس جیسے بے شمار دیگر مسائل بھی حل کی طرف بڑھ سکتے ہیں۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی بلکہ شاید اپنے ایک نئے باب کے آغاز پر کھڑی ہے۔ اگر صبر و حکمت اور سنجیدگی کے ساتھ اس باب کو لکھا گیا تو بعید نہیں کہ آج کی یہ ادھوری سطر کل ایک مکمل اور روشن داستان میں بدل جائے ایک ایسی داستان جس میں تصادم کے بجائے مفاہمت اور نفرت کے بجائے انسانیت کی جیت ہو۔

*کریم گنج، پورن پور، پیلی بھیت، یو.پی
(مضمون نگار معروف صحافی و تجزیہ نگار ہیں)
iftikharahmadquadri@gmail.com

سوشل میڈیا کی چمک میں کھوئی ہوئی نئی نسل

خامہ بکف محمد عادل ارریاوی

آج کے اس جدید دور میں اگر ہم اپنے ارد گرد نظر ڈالیں تو ایک عجیب منظر دیکھنے کو ملتا ہے۔ جہاں بھی جائیں گلی ہو یا بازار گھر ہو یا اسکول ہر جگہ بچے اور بچیاں موبائل فون ہاتھ میں لیے نظر آتے ہیں۔ کوئی ویڈیو بنا رہا ہے، کوئی ریل (Reel) تیار کر رہا ہے، اور کوئی گھنٹوں بیٹھ کر دوسروں کی ریلز دیکھنے میں مصروف ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ نئی نسل ایک الگ ہی دنیا میں کھو گئی ہے ایک ایسی دنیا جو حقیقت سے زیادہ اسکرین کے اندر بسی ہوئی ہے۔

ان ریلز میں ہر طرح کا مواد موجود ہوتا ہے کچھ چیزیں مفید بھی ہوتی ہیں، لیکن بہت سا ایسا مواد بھی ہوتا ہے جو اخلاقی طور پر درست نہیں ہوتا۔ بچے اور بچیاں، خاص طور پر کم عمر، ان چیزوں کو بغیر سمجھے دیکھتے رہتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ وہی چیزیں ان کی سوچ کا حصہ بن جاتی ہیں۔ وہ جو کچھ دیکھتے ہیں، ویسا ہی بولنے، ویسا ہی لباس پہننے اور ویسا ہی عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یوں ان کی شخصیت اور کردار سوشل میڈیا کے اثر میں ڈھلنے لگتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس میں کہیں نہ کہیں والدین کی بھی کوتاہی شامل ہوتی ہے۔ آج کل اکثر والدین جب اپنے بچوں کو نیا موبائل خرید کر دیتے ہیں تو سب سے پہلے وہ انسٹاگرام، فیس بک یا اسنیپ چیٹ جیسے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر اکاؤنٹس بناتے ہیں۔ وہ یہ سوچتے ہیں کہ بچے موبائل کے ذریعے تعلیم حاصل کریں گے، نئی چیزیں سیکھیں گے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ زیادہ تر بچے پڑھائی کے نام پر موبائل کا غلط استعمال کرتے ہیں اور اپنا قیمتی وقت ضائع کر دیتے ہیں۔

مزید یہ کہ سوشل میڈیا نے اجنبی لوگوں سے رابطہ بہت آسان بنا دیا ہے۔ یہی آسانی بعض اوقات خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ بچیاں جذباتی طور پر جلد متاثر ہو جاتی ہیں، اور جب وہ کسی اجنبی سے بات چیت شروع کرتی ہیں تو آہستہ آہستہ اس میں دلچسپی لینے لگتی ہیں۔ بات چیت دوستی میں بدلتی ہے، اور بعض اوقات یہ دوستی ایک ایسے تعلق میں تبدیل ہو جاتی ہے جو ان کی زندگی کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

کچھ واقعات ایسے بھی سننے میں آئے ہیں جن میں ابتدا ایک سادہ سی آن لائن بات چیت سے ہوئی، لیکن انجام انتہائی افسوسناک نکلا۔ کہیں دھوکہ دیا گیا، کہیں استحصال ہوا، اور کہیں زندگی تک ضائع ہو گئی۔ یہ واقعات ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور ہماری نئی نسل کس سمت جا رہی ہے۔

تاہم یہ بات بھی سمجھنا ضروری ہے کہ ہر واقعہ ایک جیسا نہیں ہوتا اور ہر تعلق کو ایک ہی نظر سے دیکھنا درست نہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے، بغیر تحقیق کے، اور بغیر کسی رہنمائی کے تعلقات قائم کیے جا رہے ہیں، جو خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

اس سارے معاملے میں سب سے بڑی ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو مکمل آزادی دینے کے بجائے ان کی رہنمائی کریں۔ بچوں کے موبائل استعمال پر نظر رکھیں، ان کے دوستوں کے بارے میں جانیں، اور ان کے ساتھ ایسا تعلق قائم کریں کہ وہ اپنے مسائل اور باتیں کھل کر شیئر کر سکیں۔ صرف ڈانٹ ڈپٹ سے مسئلہ حل نہیں ہوگا، بلکہ محبت، سمجھداری اور تربیت سے بہتری آئے گی۔

ساتھ ہی بچوں اور بچیوں کو بھی یہ سمجھنا ہوگا کہ سوشل میڈیا کی دنیا حقیقت نہیں ہوتی۔ وہاں جو کچھ دکھایا جاتا ہے، وہ اکثر ایک بناوٹی زندگی ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنی بہترین تصویر دکھاتا ہے، لیکن اس کے پیچھے کی حقیقت مختلف ہو سکتی ہے۔ اس لیے اندھا اعتماد کرنا، خاص طور پر اجنبی لوگوں پر، انتہائی خطرناک ہو سکتا ہے۔

یہی کہا جا سکتا ہے کہ موبائل اور سوشل میڈیا خود برے نہیں ہیں، لیکن ان کا غلط استعمال یقیناً نقصان دہ ہے۔ اگر ہم انہیں صحیح طریقے سے استعمال کریں تو یہ علم، ترقی اور رابطے کا بہترین ذریعہ بن سکتے ہیں، لیکن اگر ہم ان کے غلط پہلوؤں میں کھو جائیں تو یہ ہماری نسلوں کو تباہ بھی کر سکتے ہیں۔

اللہ ہی بہتر ہدایت دینے والا ہے، لیکن ہمیں بھی اپنی ذمہ داری کو سمجھنا ہوگا اور اپنی آنے والی نسل کو محفوظ، بااخلاق اور باشعور بنانے کے لیے سنجیدہ اقدامات کرنے ہوں گے۔

موبائل فون سے تحقیقِ استفاضہ میں اختلاف اور اتحادِ امت کی راہ:

از:
ابو العطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی
(دھنوشا، نیپال)

ثبوتِ ہلال فقہِ اسلامی میں نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ اسی پر رمضان اور عیدین جیسے شعائرِ اسلام کا دارومدار ہے۔ شریعت نے اس باب میں واضح اصول بھی مقرر فرمائے ہیں۔ چنانچہ بادل یا ابر کی صورت میں رمضان کے چاند کے لیے ایک عادل مسلمان کی گواہی کافی ہوتی ہے، جبکہ عید کے چاند میں احتیاط کے پیشِ نظر دو عادل گواہوں کی شرط رکھی گئی ہے۔ اور اگر آسمان صاف ہو تو کثرتِ جماعت کی شہادت مطلوب ہوتی ہے تاکہ خبر درجۂ استفاضہ تک پہنچ کر اطمینانِ قلب کا باعث بنے۔ اسی طرح شریعت نے خبرِ استفاضہ کو بھی ثبوتِ ہلال کے طریقوں میں شامل رکھا ہے۔ عصرِ حاضر میں جدید ذرائع ابلاغ کے باعث یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موبائل فون سے حاصل ہونے والی کثیر و معتبر خبر کو خبرِ استفاضہ شمار کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس مسئلے میں اہلِ سنت کے دو معروف موقف ہیں، ایک طبقہ کے نزدیک خبرِ استفاضہ کے لیے جماعات متعددہ کی حضوری کی شرط ہے، جبکہ دوسرا طبقہ موجودہ حالات کے پیشِ نظر اس شرط میں توسیع کرتے ہوئے دیگر ضوابط کے ساتھ اسے معتبر مانتا ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد اصلِ حجیت نہیں بلکہ تحققِ استفاضہ کی تعبیر ہے، جہاں ایک طرف احتیاط کا پہلو غالب ہے اور دوسری طرف عصری وسائل کے مطابق اجتہادی وسعت کا پہلو راجح ہے، اس لیے دونوں آراء اہلِ سنت کے دائرے میں معتبر اور قابلِ احترام ہیں۔

الغرض یہ اختلاف در حقیقت اصولی دائرے کے اندر رہتے ہوئے طریقۂ تحقق کا اختلاف ہے، نہ کہ اصلِ شرعی دلیل کا انکار۔ اس لیے دونوں طبقات کا مقصد شریعت کی صحیح تعبیر اور امت کی رہنمائی ہے اور ایسے مسائل میں طعن و تشنیع کے بجائے وسعتِ ظرف اور باہمی احترام ضروری ہے۔ اصولی طور پر بہتر یہی ہے کہ حتی الامکان طبقۂ اولیٰ کے موقف کے مطابق عمل کیا جائے کیونکہ یہ احتیاط اور اعلیٰ حضرت تحقیق سے زیادہ قریب ہے، تاہم اگر عملی حالات میں شدید اختلاف اور انتشار کا اندیشہ ہو، خصوصاً عیدین کے مواقع پر، تو باہمی مشاورت کے ساتھ دوسرے موقف پر عمل کی بھی گنجائش موجود ہے اور اپنے اپنے علاقوں میں اسی بنیاد پر اعلانِ رویت کیا جا سکتا ہے، جو ایک معتدل، قابلِ عمل اور شرعی حدود کے اندر رہنے والا حل ہے۔

قاضی و نائب قاضی کے اعلان کی حیثیت اور عملی راہ:
رؤیتِ ہلال جیسے اہم اور اجتماعی مسئلہ میں شریعتِ مطہرہ نے احتیاط، تحقیق اور اعتماد کے اصولوں کو بنیادی اہمیت دی ہے، خصوصاً جب معاملہ اعلانِ عام اور امت کے اجتماعی عمل سے متعلق ہو تو محض غیر مصدقہ اطلاعات پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ شرعی ضوابط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی لیے قاضی اور نائبِ قاضی کے اعلان کی نوعیت کو سمجھنا اہم ہے۔ شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں دامت برکاتہم کے مطابق اگر قاضی یا نائبِ قاضی ثبوت کے بعد اپنے معتمد نائبین کو مخصوص طریقے سے اعلان کی اجازت دے تو ان کا اعلان قابلِ قبول اور واجب العمل ہوگا، کیونکہ جس طرح ثبوت کے لیے غلبۂ ظن کافی ہے اسی طرح اعلان کے لیے بھی۔ دوسری جانب حضرت محدثِ کبیر دامت برکاتہم کے نزدیک قاضی کا اعلان اسی شہر اور اس کے مضافات تک معتبر ہوتا ہے جہاں فیصلہ صادر ہوا، جس کی تائید فقہائے کرام کی عبارات سے بھی ہوتی ہے۔ اس طرح ایک موقف میں تعمیم اور دوسرے میں تحدید پائی جاتی ہے، لہٰذا معتدل صورت یہی ہے کہ ثبوتِ ہلال میں سخت احتیاط برقرار رکھی جائے جبکہ اعلان کے مرحلے میں ہر قاضی اپنے دائرۂ اختیار، یعنی اپنے شہر اور اس کے مضافات تک ہی اعلان کو کافی سمجھے اور منظم انداز میں معتمد ذرائع سے اطلاع پہنچائی جائے، تاکہ انتشار اور اختلاف میں کمی آ سکے۔

نیپال کے تناظر میں عملی لائحۂ عمل اور مسئلہ کا معتدل حل:

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ نیپال جیسے ملک میں جغرافیائی اور موسمی اختلافات بکثرت پائے جاتے ہیں؛ بسا اوقات ایک علاقے میں ابر و غبار کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا جبکہ دوسرے علاقے میں فضا صاف ہونے کے باعث رویتِ ہلال بآسانی ہو جاتی ہے۔ رویتِ ہلال کا ثبوت چاہے شہادتِ شرعیہ سے ہو یا خبرِ استفاضہ سے (جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے)، اعلان کے مرحلے میں پورے ملک کے لیے ایک ہی اعلان اسی وقت ممکن اور آسان ہے جب کوئی مرکزی شرعی حاکم موجود ہو جس کی قضا و فیصلہ بلا نزاع نافذ ہو اور تمام طبقاتِ اہلِ سنت اس کی طرف رجوع کریں۔ موجودہ صورتِ حال میں نیپال میں نہ کوئی متفقہ حاکمِ شرع ہے، نہ مرکزی قاضی یا قاضی القضاۃ اور نہ ہی ایسا متحدہ نظامِ قضاء موجود ہے جس کا فیصلہ پورے ملک میں یکساں طور پر نافذ سمجھا جائے، بلکہ ہر ضلع میں متعدد قاضیان اور بعض مقامات پر مختلف دعویدار بھی موجود ہیں۔ اس لیے ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے چند عملی تجاویز و تدابیر درج ذیل پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) مجموعی طور پر ملک نیپال تین بڑے حصوں میں منقسم ہے، ایک کاٹھمانڈو اور اس کے پہاڑی علاقے، دوسرا یوپی سے متصل سرحدی خطہ اور تیسرا ترائی کے وہ چند اضلاع (دھنوشا، مہوتری، سرہا، سرلاہی، سپتری اور متصل دیگر اضلاع) جو اپنی حساسیت، کثرتِ آبادی اور باہمی اختلافات کے باعث ہمیشہ زیادہ شور و ہنگامہ کا مرکز بنے رہتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اصلاح اور اتحاد کی سب سے زیادہ ضرورت اسی تیسرے حصے کو ہے، کیونکہ اگر یہاں نظم قائم ہو جائے تو پورے ملک میں یکجہتی کی فضا ہموار ہو سکتی ہے اور یہ علاقے محبت کے رنگوں میں رنگے ہوئے نظر آ سکتے ہیں۔

(۲) رویت کے موقع پر ان علاقوں میں انتشار و خلفشار کو ختم کرنے کے لیے ایک مضبوط، منظم اور قابلِ عمل نظام کی تشکیل ناگزیر ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہر ضلع کو مستقل "زون" کا درجہ دیا جائے اور پھر ہر زون کے اندر مزید تین یا چار ذیلی شعبے قائم کیے جائیں۔ اس تقسیم کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہر سطح پر ذمہ داری متعین ہوگی، رابطہ مضبوط ہوگا اور کسی بھی خبر یا شہادت کی ترسیل میں بے ترتیبی پیدا نہیں ہوگی۔

(۳) کسی بھی ماہ کی ۲۹ ویں تاریخ سے قبل ہی دن میں تمام ذمہ داران و نائبین آپس میں ایک دوسرے سے رابطہ کر لیں، چاند کے سلسلے میں تبادلہ خیال کر لیں اور ماحول و فضا خوشگوار رہے اس کے لئے پوری کوشش کریں۔ اور پھر وقت مغرب چاند کی رویت کے لئے چند افراد کو تیار کریں، خود بھی دیکھیں، اگر ہر جگہ رویت ہو جائے تو سبحان اللہ اور اگر ان اضلاع میں سے کوئی ایسا ضلع و علاقہ ایسا ہو جہاں رویت نہیں ہوئی ہو تو پھر شہادت کی ترسیل و تحصیل کے لئے مناسب اقدام و مساعی کے لئے پہل کی جائے۔ اور پھر متفق ہو کر ہر قاضی اپنے اپنے شہر و مضافات کی تحدید کر کے اعلان کریں۔

(۴) کوشش یہی ہو کہ ثبوتِ ہلال کے لیے شہادتِ شرعیہ حاصل کی جائے، لیکن خاص طور پر عید الفطر کی رات میں وقت کی قلت اور مسافت کی دشواری کے باعث یہ آسان نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں اگر بروقت شہادت نہ مل سکے تو طبقۂ اولیٰ کے موقف کے مطابق اکمالِ عدت پر عمل کرتے ہوئے چاند نہ ہونے کا اعلان کیا جائے۔ اس دوران افواہوں، سوشل میڈیا کی بے بنیاد خبروں اور عوامی بے چینی کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ سمجھایا جائے کہ یہ خالص شرعی مسئلہ ہے، جس کا تعلق جذبات یا غیر مصدقہ اطلاعات سے نہیں بلکہ معتبر شرعی ثبوت سے ہے، اور علاقائی مذہبی فضا کو غیر ذمہ دارانہ سوشل میڈیا اور فیس بکی محققین کی آراء سے محفوظ رکھا جائے۔

(۵) اگر اس صورت پر عمل کرنے کی راہ نہ نکلے اور انتشار کا اندیشہ زیادہ ہو اور اتحاد کی بنیاد متزلزل ہو تو ایسی صورت میں اگر کسی خطہ میں رویتِ عامہ یقینی طور پر ثابت ہو جائے اور وہاں کے معتبر، دیانت دار اور متعدد افراد موبائل یا دیگر ذرائع سے اس کی تصدیق ہو جائے، تو اگرچہ یہ صورت اصطلاحی "شہادت" کے درجے میں نہیں آئے گی، تاہم دوسرے طبقہ کے اصول کے مطابق یہ "خبرِ استفاضہ" کے قائم مقام ہو سکتی ہے، بشرطیکہ اس میں کثرتِ مخبرین اور اطمینان بخش تحقیق پائی جائے اور سب اس پر عمل کے لئے متفق ہو جائیں۔

(۶) ایک مرکزی "رابطہ و تحقیق کمیٹی" قائم کی جائے جس میں ہر بڑے علاقے کے معتمد علماء شامل ہوں، یہ کمیٹی موصول ہونے والی شہادتوں اور اطلاعات کی فوری جانچ پڑتال کرے اور غیر مصدقہ خبروں کی روک تھام کرے، تاکہ افواہوں کا سدِّ باب ہو سکے۔

(۷) جدید ذرائع ابلاغ کو منظم انداز میں استعمال کیا جائے، مثلاً مخصوص اور قابلِ اعتماد واٹس ایپ/ ٹیلیگرام گروپس یا کال سسٹم قائم کیے جائیں جن میں صرف ذمہ دار افراد شامل ہوں، تاکہ خبر کی ترسیل میں ترتیب اور اعتماد باقی رہے۔

(۸) معتبر گواہوں کی ایک فہرست پہلے سے تیار کی جائے جن کی دیانت و ثقاہت معروف ہو، تاکہ ہر سال نئے سرے سے تحقیق کی دشواری کم ہو اور شہادت کا معیار برقرار رہے۔

(۹) عوامی سطح پر شعور بیدار کرنے کے لیے مساجد، مدارس اور خطبات کے ذریعے یہ بات واضح کی جائے کہ رویتِ ہلال ایک شرعی و اصولی معاملہ ہے، محض سوشل میڈیا یا غیر مستند خبروں پر عمل درست نہیں، اس سے عوامی دباؤ میں کمی آئے گی۔

(۱۰) مختلف اضلاع کے قاضیان کے درمیان سال میں کم از کم ایک یا دو بار باہمی اجلاس منعقد کیا جائے، جس میں پچھلے تجربات کا جائزہ لے کر آئندہ کے لیے مشترکہ حکمتِ عملی طے کی جائے، تاکہ تدریجی طور پر اتحاد کی فضا قائم ہو سکے۔

(۱۱) اگر ممکن ہو تو متفقہ طور پر کسی ایک شخصیت یا ادارے کو "مرکزی ترجیحی حیثیت" دے دی جائے، تاکہ اختلاف کی صورت میں اس کی رائے کو فوقیت حاصل ہو اور انتشار کم ہو۔

(۱۲) ہلال کمیٹیوں کے لیے مختصر تحریری ضابطۂ کار تیار کیے جائیں، جن میں ثبوت، تحقیق، اعلان اور ترسیلِ خبر کے تمام مراحل واضح ہوں، تاکہ ہر سال ایک ہی منظم طریقہ اختیار کیا جائے۔

(۱۳) جس طرح حکومت ہر پانچ سال بعد انتخابی مرحلہ کے ذریعے تبدیل ہوتی رہتی ہے، اسی طرح عہدۂ قضا و تفویض کے لیے بھی ایک منظم انتخابی یا تعیینی نظام قائم کیا جائے، تاکہ تسلسل بھی رہے اور احتساب و تجدید کا پہلو بھی برقرار رہے اور کسی ایک طبقے یا فرد کی دائمی اجارہ داری نہ رہے۔

(۱۴) نیز جین-زی (Gen Z) طرزِ فکر رکھنے والے نئی نسل کے محقق، باصلاحیت اور عصری تقاضوں سے آگاہ علماء کو بھی منصبِ قضا پر فائز کیا جائے، تاکہ جدید ذرائع ابلاغ، ٹیکنالوجی اور معلوماتی نظام کو بہتر طور پر سمجھ کر شرعی نظام کو زیادہ مؤثر، تیز رفتار اور قابلِ اعتماد بنایا جا سکے۔

الغرض نیپال جیسے متنوع حالات کے حامل ملک میں اس مسئلہ کا حل نہ تو شدت اختیار کرنے میں ہے اور نہ ہی بے احتیاطی میں، بلکہ ایک معتدل راہ یہی ہے کہ اصولِ شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے، دونوں معتبر فقہی مواقف کو سامنے رکھا جائے اور جہاں ضرورت و مصلحت کا تقاضا ہو وہاں خبرِ استفاضہ بذریعہ جدید ذرائع کو مناسب تحقیق و تصدیق کے ساتھ اختیار کیا جائے۔ اس طرزِ عمل سے نہ صرف عملی آسانی پیدا ہوگی بلکہ اختلاف کے باوجود اتحاد، نظم اور باہمی اعتماد کی فضا بھی قائم رہے گی، جو کہ اس دور کی ایک اہم دینی و اجتماعی ضرورت ہے۔

مرادِ ما نصیحت بود گفتیم ۔۔۔ حوالت با خدا کر دیم و رفتیم
طالبِ دعا: ابو العطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی عفی عنہ

خودی کی پاسبانی اور وقارِ انسان:

راقم الحروف
مفتی انیس الرحمٰن حنفی رضوی
صدر المدرسین جامعہ رضویہ زینت العلوم
سرس کھیڑا مراد آباد

انسانی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ اس کی عزتِ نفس اور وقارِ انسانیت ہے۔ یہی وہ جوہر ہے جو انسان کو محض ایک حیوانِ ناطق سے بلند کر کے ایک باوقار، صاحبِ شعور اور با اختیار ہستی بناتا ہے۔ تاریخِ انسانی کے اوراق اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ جن اقوام اور افراد نے اپنی خودی کی حفاظت کی، اپنی قدر و منزلت کو پہچانا اور اپنی شخصیت کو دوسروں کی بے اعتنائی کے تابع نہ کیا، وہی عزت و سربلندی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچے۔ اس کے برعکس، جو لوگ اپنی اہمیت سے آگاہ ہونے کے باوجود دوسروں کے سامنے جھکتے رہے، ان کی زندگی احساسِ کمتری، ذہنی اضطراب اور معاشرتی بے توقیری کا شکار ہوگئی۔ موجودہ دور، جو بظاہر ترقی، روابط اور سماجی تعلقات کا زمانہ ہے، در حقیقت داخلی طور پر انسان کو شدید نفسیاتی کشمکش میں مبتلا کر چکا ہے۔ تعلقات کی کثرت کے باوجود خلوص کی قلت، قربت کے باوجود اپنائیت کی کمی، اور میل جول کے باوجود دلوں کی دوری اس عہد کا المیہ بن چکی ہے۔ ایسے میں یہ سوال نہایت اہم ہو جاتا ہے کہ انسان اپنی عزتِ نفس کو کیسے محفوظ رکھے؟ کب تعلق نبھانا حکمت ہے اور کب علیحدگی اختیار کرنا وقار کا تقاضا؟

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان فطری طور پر محبت، قبولیت اور تعلق کا خواہاں ہوتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اسے سراہا جائے، اس کی موجودگی کو اہم سمجھا جائے اور اس کے جذبات کی قدر کی جائے۔ لیکن جب یہی فطری خواہش حد سے تجاوز کر کے خود سپردگی میں تبدیل ہو جائے، اور انسان اپنی عزتِ نفس کو نظر انداز کر کے دوسروں کے پیچھے لگ جائے، تو یہی رویہ حماقت اور بے عزتی کا سبب بن جاتا ہے۔ کسی کے ساتھ اس حد تک وابستہ رہنا کہ وہ آپ کو نظر انداز کرے، آپ کی قدر نہ کرے، اور آپ کی موجودگی اس کے لیے بوجھ بن جائے، دراصل اپنی ذات کے ساتھ ناانصافی ہے۔ یہ رویہ نہ صرف انسان کے وقار کو مجروح کرتا ہے بلکہ اس کے اندرونی سکون کو بھی تباہ کر دیتا ہے۔ عزتِ نفس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی قدر پہچانے، اپنی حدود متعین کرے، اور جہاں اس کی اہمیت نہ ہو، وہاں خود کو مسلط نہ کرے۔

دل کو مضبوط کرنا اس عمل کی پہلی شرط ہے۔ کیونکہ اکثر اوقات انسان محض جذباتی وابستگی کی بنا پر ایسے تعلقات کو چھوڑ نہیں پاتا جو اس کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں۔ وہ اس امید پر قائم رہتا ہے کہ شاید حالات بدل جائیں، لوگ بدل جائیں، یا اس کی قدر ہو جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آپ کی اہمیت کو نہیں سمجھتے، وہ اکثر آپ کی قربت کے عادی تو ہو جاتے ہیں مگر اس کی قدر نہیں کرتے۔ لہٰذا دانائی اسی میں ہے کہ انسان ان جگہوں اور تعلقات سے خود کو الگ کر لے جہاں اسے محض برداشت کیا جاتا ہو۔ برداشت کیا جانا اور چاہا جانا، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ برداشت میں بوجھ کا احساس ہوتا ہے جبکہ چاہت میں اپنائیت، خوشی اور خلوص شامل ہوتا ہے۔ ایک باوقار انسان کبھی اس مقام پر خود کو نہیں رکھتا جہاں اس کی موجودگی دوسروں پر گراں گزرے۔ اس کے برعکس، انسان کو چاہیے کہ وہ ان جگہوں کا انتخاب کرے جہاں اس کی قدر ہو، جہاں اس کا انتظار کیا جائے، جہاں اس کی رائے کو اہمیت دی جائے، اور جہاں اس کی موجودگی باعثِ مسرت ہو۔ ایسے ماحول میں انسان نہ صرف ذہنی سکون حاصل کرتا ہے بلکہ اس کی شخصیت بھی نکھرتی ہے اور اس کی صلاحیتیں بھی بہتر انداز میں سامنے آتی ہیں۔ زندگی کی مختصری بھی اسی امر کی متقاضی ہے کہ انسان جلد از جلد ایسے فیصلے کرے جو اس کے حق میں بہتر ہوں۔ وقت ایک ایسا سرمایہ ہے جو واپس نہیں آتا۔ اگر اسے ایسے لوگوں اور تعلقات پر ضائع کیا جائے جو ہماری قدر نہیں کرتے، تو یہ نہایت بڑا خسارہ ہے۔ اس کے برعکس، اگر انسان بروقت اپنی ترجیحات طے کر لے اور اپنی توانائی کو مثبت اور مفید تعلقات پر صرف کرے، تو یہی عمل اس کی کامیابی اور خوشحالی کا سبب بن سکتا ہے۔

یہاں ایک نہایت اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ اپنی بھلائی اختیار کرنا، بشرطیکہ اس میں دوسروں کو نقصان نہ پہنچے، ہرگز گناہ نہیں بلکہ عین فطرت اور حکمت ہے۔ بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ اپنی ذات کے لیے سوچنا خود غرضی ہے، حالانکہ اسلام اور اخلاقیات دونوں اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ انسان اپنی بہتری کے لیے ایسے فیصلے کرے جو اسے نقصان سے بچائیں، بشرطیکہ اس میں دوسروں کے حقوق پامال نہ ہوں۔ اپنی عزتِ نفس کی حفاظت، اپنے وقت کی قدر، اور اپنی توانائی کا صحیح مصرف یہ سب ایسے اصول ہیں جو ایک متوازن اور باوقار زندگی کی بنیاد رکھتے ہیں۔ ایک باشعور انسان نہ تو دوسروں کو تکلیف دیتا ہے اور نہ ہی خود کو بے وقعت ہونے دیتا ہے۔ وہ اعتدال کے ساتھ زندگی گزارتا ہے، تعلقات میں خلوص رکھتا ہے مگر اپنی حدود کا بھی خیال رکھتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسان کی حقیقی کامیابی اس میں نہیں کہ وہ ہر قیمت پر تعلقات کو نبھاتا رہے، بلکہ اس میں ہے کہ وہ اپنی عزتِ نفس کو برقرار رکھتے ہوئے ایسے تعلقات قائم کرے جو اس کی شخصیت کو سنواریں، نہ کہ اسے مجروح کریں۔ خودی کی حفاظت، وقت کی قدر، اور صحیح فیصلوں کی بروقت اہلیت یہی وہ عوامل ہیں جو انسان کو ایک باوقار، مطمئن اور کامیاب زندگی کی طرف لے جاتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر یہ شعور پیدا کریں کہ کہاں رکنا ہے اور کہاں رک جانا ہماری بے عزتی بن جاتا ہے؛ کہاں بولنا ہے اور کہاں خاموشی وقار کا تقاضا ہے؛ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں اپنی قدر خود کرنی ہے، کیونکہ جو خود اپنی قدر نہیں کرتا، دنیا بھی اسے کبھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتی۔

زوال سے بیداری تک علمائے کرام کے لیے ایک درد بھری پکار

محمد علی شیر قادری نظامی
سکونت: روضہ شریف
، مہوتری نیپال

امتِ مسلمہ کی تاریخ جب اپنے اوراق کھولتی ہے تو ایک حقیقت بار بار سامنے آتی ہے کہ اس امت کی اصل قوت نہ دولت تھی، نہ حکومت، بلکہ وہ علم تھا جو دلوں کو روشن کرتا تھا، اور وہ علماء تھے جو اس علم کے امین تھے۔ یہی وہ طبقہ تھا جس نے اندھیروں میں روشنی، انتشار میں وحدت، اور گمراہی میں ہدایت کا چراغ جلایا۔ مگر آج جب ہم اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہیں تو دل ایک عجیب کسک سے بھر جاتا ہے ۔۔۔ وہ مقام کہاں گیا؟ وہ اثر کہاں کھو گیا؟ وہ ہیبت اور وہ اعتماد کیوں باقی نہ رہا؟ یہ سوال صرف تاریخ کا نہیں، بلکہ ضمیر کا سوال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب نیتوں میں کھوٹ آ جائے تو علم بھی بے اثر ہو جاتا ہے۔ جب مقصد اللہ کی رضا کے بجائے دنیا کی تعریف، شہرت یا گروہی برتری بن جائے تو الفاظ میں وزن باقی نہیں رہتا۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے دلوں میں جھانکیں ۔۔۔ کیا ہمارا علم واقعی اللہ کے لیے ہے؟ کیا ہمارے خطبات دلوں کو بدلنے کے لیے ہیں یا صرف وقتی جوش پیدا کرنے کے لیے؟ اگر قول اور عمل میں تضاد ہو تو سب سے پہلا نقصان خود دعوت کو پہنچتا ہے۔ لوگ سننا چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ وہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

علم صرف کتابوں میں محفوظ رہنے کے لیے نہیں ہوتا، بلکہ زمانے کی رہنمائی کے لیے ہوتا ہے۔ اگر علماء خود کو صرف محدود دائرے میں قید کر لیں اور دنیا کے بدلتے ہوئے حالات سے آنکھیں بند کر لیں تو وہ قوم کی رہنمائی کیسے کریں گے؟ آج کا نوجوان سوال کرتا ہے، سوچتا ہے، تحقیق چاہتا ہے۔ اگر اس کے سوالات کا جواب حکمت، علم اور وسعت کے ساتھ نہ دیا گیا تو وہ کہیں اور جا کر جواب تلاش کرے گا ۔۔۔ اور شاید غلط راستہ اختیار کر لے۔ یہ لمحہ فکریہ ہے کہ کیا ہم نے اجتہاد کی روح کو زندہ رکھا ہے یا اسے صرف ماضی کی ایک داستان بنا دیا ہے؟ کیا ہم نئے مسائل کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہیں یا صرف پرانی بحثوں میں الجھے ہوئے ہیں؟ یاد رکھیں، جو قوم اپنے زمانے کے سوالات کا جواب نہیں دیتی، زمانہ اسے پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ اور پھر ایک دردناک حقیقت یہ بھی ہے کہ ہم نے اختلاف کو دشمنی بنا لیا ہے۔ مسلک، جماعت، اور رائے کے نام پر جو فاصلے پیدا ہوئے ہیں، انہوں نے امت کے جسم کو کمزور کر دیا ہے۔ کیا ہم نے کبھی سوچا کہ ایک عام مسلمان جب علماء کو آپس میں دست و گریباں دیکھتا ہے تو اس کے دل پر کیا گزرتی ہے؟ اس کا اعتماد کہاں جاتا ہے؟ وہ کس کی بات پر یقین کرے؟ یہ وقت ہے رک کر سوچنے کا، اپنے رویوں کا جائزہ لینے کا، اور اس سوال کا جواب دینے کا کہ کیا ہم جو کر رہے ہیں وہ امت کو جوڑ رہا ہے یا توڑ رہا ہے؟ آج دنیا تیزی سے بدل رہی ہے۔ میڈیا، سوشل پلیٹ فارمز اور جدید ذرائع ابلاغ نے فاصلے مٹا دیے ہیں۔ ایک غلط بات لمحوں میں لاکھوں لوگوں تک پہنچ جاتی ہے، اور ایک درست بات بھی اگر حکمت کے ساتھ پیش کی جائے تو دلوں کو بدل سکتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم ان ذرائع کو استعمال کر رہے ہیں یا ان سے دور کھڑے ہیں؟ اگر ہم نے اپنی آواز خود نہ پہنچائی تو کوئی اور اپنی آواز مسلط کر دے گا۔

لوگ صرف باتیں نہیں دیکھتے، کردار دیکھتے ہیں۔ اگر علماء معاشرے کے مسائل سے دور رہیں، صرف منبر تک محدود ہو جائیں، تو عوام کا رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ مگر جب وہی عالم کسی غریب کے آنسو پونچھتا ہے، کسی مظلوم کے حق کے لیے کھڑا ہوتا ہے، کسی بھٹکے ہوئے نوجوان کو محبت سے راستہ دکھاتا ہے ۔۔۔ تو وہی عالم دلوں کا حکمران بن جاتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نوجوان نسل ہم سے دور ہو رہی ہے، مگر کیا ہم نے کبھی سوچا کہ کیوں؟ کیا ہم نے ان کی زبان میں ان سے بات کی؟ کیا ہم نے ان کے مسائل کو سمجھا؟ یا ہم نے صرف یہ فرض کر لیا کہ وہ خود ہی ہمارے پاس آ جائیں گے؟ یاد رکھیں، دلوں تک پہنچنے کے لیے راستہ بنانا پڑتا ہے، اور یہ راستہ محبت، حکمت اور صبر سے بنتا ہے۔

اصلاح کا آغاز ہمیشہ اپنے آپ سے ہوتا ہے۔ اگر ہم خود احتسابی کا دروازہ بند کر دیں، اپنی غلطیوں کو ماننے سے انکار کر دیں، اور ہر تنقید کو دشمنی سمجھیں تو بہتری کا سفر رک جاتا ہے۔ مگر جب ایک عالم اپنی غلطی تسلیم کرتا ہے، سیکھنے کا جذبہ رکھتا ہے، اور خود کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے تو وہی رویہ اسے بلند کرتا ہے۔ آج ضرورت کسی نئی بات کی نہیں، بلکہ انہی بھولی ہوئی سچائیوں کو زندہ کرنے کی ہے۔ اخلاص، علم، حکمت، اتحاد، اور خدمت ۔۔۔ یہی وہ ستون ہیں جن پر عروج کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اگر ہم نے ان ستونوں کو مضبوط کر لیا تو زوال کی اندھیری رات زیادہ دیر باقی نہیں رہے گی۔ یاد رکھیں، قومیں اپنے علماء کے ساتھ اٹھتی ہیں اور انہی کے ساتھ گرتی ہیں۔ اگر علماء بیدار ہو جائیں، اپنے مقام کو پہچان لیں، اور اپنی ذمہ داری کو سچائی کے ساتھ ادا کریں تو امت کو کوئی نہیں گرا سکتا۔ مگر اگر وہی غفلت کا شکار رہیں تو پھر شکایت کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ وقت ہے جاگنے کا، سنبھلنے کا، اور لوٹ آنے کا ۔۔۔ اس راستے کی طرف جس نے کبھی ہمیں دنیا کی قیادت دی تھی۔ کیونکہ عروج کا دروازہ آج بھی کھلا ہے، بس دستک دینے والے ہاتھ سچے ہونے چاہئیں۔

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد فرقان فیضی

اپنے ہونٹوں پہ سجا کر وہ سلام آئے گا
ان کی دہلیز سے ہو کر جو غلام آئے گا

اس پہ سرکار مدینہ کی نوازش ہوگی
جو کسی مفلس و نادار کے کام آئے گا

میں بھی دیکھوں گا مدینے کا شگفتہ گلشن
ان کا پیغام کبھی میرے بھی نام آئے گا

ساری دنیا میں فقط ایک ریاست ہوگی
ایسا اک "مہدی" کے ہم راہ نظام آئے گا

ان کی مدحت کو بنایا ہے وسیلہ اپنا
یہ وسیلہ تو قیامت میں بھی کام آئے گا

ہم گنہ گاروں کی بخشش کے لیے حشر کے دن
سہرا باندھے ہوئے نبیوں کا امام آئے گا

مجھ کو حسان کی تقلید ملی ہے فیضی
حوض کوثر کا مرے حصے میں جام آئے گا

امام احمد رضا لائبریری
برہم پوری سرلاہی نیپال

آپ حضرات کو اطلاع دیتے ہوئے بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ امسال ۲۰ اپریل ۲۰۲۶ بروز سوموار، ہر سال کی طرح امسال بھی آپ کے محبوب ادارہ یعنی "تحفہ خطیب البراہین مرکزی درسگاہ دارالعلوم اہل سنت غوثیہ نظام العلوم، بلوہا بازار، سدھارتھ نگر" میں قائد اہل سنت حضرت علامہ مولانا محمد ریحان رضا خان نظامی صاحب قبلہ (سربراہ اعلیٰ ادارہ ہذا) کی سربراہی میں ایک عظیم الشان اجلاس "امام احمد رضا کانفرنس و جلسہ دستار بندی" کا پروگرام منعقد ہو رہا ہے۔ اس میں خصوصی آمد ہو رہی ہے: جانشین فاتح بلگرام، رئیس الاتقیا، پیر طریقت، رہبر شریعت، مخدوم ملتحضرت علامہ حافظ و قاری سید اویس مصطفٰی واسطی قادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ (سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ صغرویہ بلگرام شریف و قاضی شرع ضلع ہردوئی) اس کے علاوہ خطاب فرمانے کے لیے تشریف لا رہے ہیں: خطیب الہند حضرت علامہ مولانا مفتی مختار الحسن بغدادی صاحب قبلہ (فاضل بغداد، فیض آباد)۔ مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی خالد ایوب مصباحی صاحب قبلہ (راجستھان) اس کے علاوہ قرب و جوار اور دور دراز سے بہت سارے علمائے کرام تشریف لا رہے ہیں۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ کثیر تعداد میں شرکت فرما کر پیغامِ حق سماعت فرمائیں۔

ڈاکٹر اعجاز علی اور دفعہ ۳۴۱

TOI

شمس آغاز
ایڈیٹر، دی کوریج
shamsaghazrs@gmail.com
۹۷۱۶۵۱۸۱۲۶

ہندوستان کی سماجی اور سیاسی تاریخ میں کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی جدوجہد نہ صرف اپنے وقت میں اہمیت رکھتی ہے بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی راستے روشن کرتی ہے۔ ڈاکٹر اعجاز علی انہی لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی ملک کے پسماندہ مسلمان طبقات، خصوصاً ان برادریوں کے لیے وقف کر دی جو معاشی اور سماجی طور پر کمزور ہیں اور جنہیں آئینی سطح پر وہ حقوق حاصل نہیں جو ان کے ہم درجہ دوسرے شہریوں کو میسر ہیں۔ ڈاکٹر اعجاز علی نے نہ صرف اس مسئلے کو سمجھا بلکہ اسے قومی سطح پر پہنچایا اور اس کے لیے ایک منظم تحریک کی بنیاد رکھی جسے یونائیٹڈ مسلم مورچہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ہندوستان کے آئین نے تمام شہریوں کو برابری اور انصاف کا حق دیا ہے، لیکن کچھ تاریخی فیصلوں نے ایسی پیچیدگیاں پیدا کر دیں جن کا اثر آج بھی محسوس کیا جاتا ہے۔ انہی میں سے ایک آرٹیکل ۳۴۱ ہے، جس کے تحت شیڈول کاسٹ کی فہرست تیار کی جاتی ہے۔ ۱۹۵۰ کے صدارتی حکم نامے کے مطابق اس فہرست کو مخصوص مذاہب تک محدود کر دیا گیا، جس کے نتیجے میں کئی برادریاں، جن کا شمار سماجی طور پر کمزور طبقات میں ہوتا ہے، مذہب کی بنیاد پر اس تحفظ سے باہر رہ گئیں۔ اگر کوئی فرد ایسے طبقے سے تعلق رکھتا ہو جو تاریخی طور پر کمزور سمجھا جاتا ہے، اور وہ اسلام یا عیسائیت جیسے مذاہب اختیار کر لے، تو اس تبدیلی کے ساتھ ہی ریاست کی نظر میں اس کی قانونی حیثیت بدل جاتی ہے، حالانکہ اس کے معاشی یا سماجی حالات وہی رہتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس نے ہزاروں خاندانوں کو ترقی کے مواقع سے محروم رکھا ہے۔

ڈاکٹر اعجاز علی نے اسی غیر منطقی امتیاز کے خلاف آواز بلند کی۔ ان کا کہنا تھا کہ کسی بھی طبقے کی سماجی پسماندگی کا تعلق مذہب سے نہیں بلکہ معاشرے کے اندر موجود تاریخی اور پیشہ ورانہ حقیقتوں سے ہوتا ہے۔ اگر کسی برادری کو تعلیم، روزگار اور سماجی ترقی کے مواقع دوسروں کے مقابلے میں کم ملے ہوں، تو صرف مذہب کی تبدیلی سے ان کے حالات تبدیل نہیں ہوتے۔ لہٰذا مذہب کی بنیاد پر کسی طبقے کو آئینی تحفظ سے محروم کرنا انصاف کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔ یہی دلیل ڈاکٹر اعجاز علی کی تحریک کا مرکزی نقطہ بنی۔

یونائیٹڈ مسلم مورچہ نے بھرپور طریقے سے اس مسئلے کو قومی سطح پر اٹھایا۔ انہوں نے جلسوں، کانفرنسوں، سیمیناروں اور قانونی یادداشتوں کے ذریعے یہ واضح کیا کہ مسلمان ایک یکساں معاشرتی ڈھانچے کا نام نہیں ہیں۔ ان کے اندر بھی کئی برادریاں ہیں جو دہائیوں سے معاشی تنگی، تعلیمی پسماندگی اور محدود مواقع کا شکار ہیں۔ ان طبقات کی حالت بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں بھی وہی آئینی حقوق ملیں جو اسی نوعیت کی دیگر برادریوں کو حاصل ہیں۔

ڈاکٹر اعجاز علی نے سیاسی سطح پر بھی اس موضوع کو بے حد سنجیدگی کے ساتھ اٹھایا۔ انہوں نے نہ صرف حکومتی نمائندوں سے ملاقاتیں کیں بلکہ پارلیمنٹ میں بھی اس مسئلے کو بارہا پیش کیا۔ ان کا مؤقف ہمیشہ یہ رہا کہ آرٹیکل ۳۴۱ (تین سو اکتالیس) کی موجودہ شکل ہندوستان کے سیکولر اور جمہوری اقدار سے مطابقت نہیں رکھتی، کیونکہ یہ شہریوں کے درمیان مذہبی بنیاد پر ایسا فرق پیدا کرتی ہے جس کا وجود آئین کے بنیادی اصولوں میں نہیں پایا جاتا۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر سماجی پسماندگی ایک تاریخی حقیقت ہے تو اسے مذہبی خانوں میں بانٹ کر ختم نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر اعجاز علی کی کوششوں کی بدولت آرٹیکل ۳۴۱ میں ترمیم کی بحث ملک میں پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ سامنے آئی۔ اس تحریک نے لوگوں کو یہ سمجھنے میں مدد دی کہ سماجی انصاف کا مطلب یہ ہے کہ جو طبقے واقعی پسماندگی کا شکار ہیں، انہیں ان کی حالت کے مطابق قانونی اور آئینی تحفظ ملے، نہ کہ مذہبی شناخت کی بنیاد پر انہیں تقسیم کر دیا جائے۔ یہ مسئلہ محض مسلمانوں کا نہیں بلکہ ایک قومی مسئلہ ہے، جو ہندوستان کی جمہوری روح سے براہ راست جڑے ہوئے سوالات کو جنم دیتا ہے۔

یونائیٹڈ مسلم مورچہ نے یہ بھی واضح کیا کہ مسلمان قیادت نے بھی کئی دہائیوں تک ان کمزور طبقوں کی آواز نمایاں نہیں کی۔ اکثر سیاسی اور مذہبی پلیٹ فارمز پر مسلم سماج کو ایک یکساں اکائی کے طور پر پیش کیا گیا، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ڈاکٹر اعجاز علی نے اسے کھل کر بیان کیا کہ جب تک مسلمانوں کے اندر موجود پسماندہ طبقات کو برابری کی سطح پر لانے کے لیے عملی اقدامات نہیں کیے جائیں گے، تب تک مجموعی ترقی ممکن نہیں۔ قوت اور نمائندگی ہمیشہ کمزور طبقات کو شامل کرنے سے مضبوط ہوتی ہے، نہ کہ انہیں نظرانداز کرنے سے۔

بہار، بنگال اور اترپردیش جیسے ریاستوں میں یونائیٹڈ مسلم مورچہ کی سرگرمیوں نے عوام میں ایک نئی بیداری پیدا کی۔ لوگ سمجھنے لگے کہ ان کی معاشرتی اور معاشی بہتری کا راستہ اسی وقت کھلے گا جب آئین کے اندر موجود ایسی شقوں پر نظرِثانی کی جائے جن کی وجہ سے ان کے حقوق محدود ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر اعجاز علی نے ہمیشہ دلیل اور قانون کی طاقت پر یقین رکھا۔ ان کا مؤقف جذباتیت نہیں بلکہ تاریخی حقائق، آئینی اصولوں اور سماجی حقیقتوں پر مبنی تھا۔

آج بھی ملک میں آرٹیکل ۳۴۱ کے حوالے سے بحث جاری ہے۔ عدالتوں میں مقدمات زیرِ غور ہیں، پارلیمانی کمیٹیاں اس پر رپورٹیں تیار کر رہی ہیں، اور سماجی تنظیمیں اس کے لیے مہم چلا رہی ہیں۔ یہ سب اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں جو ڈاکٹر اعجاز علی اور ان کے ساتھیوں نے شروع کی تھیں۔ اس تحریک نے ملک میں ایک ایسی بحث کو جنم دیا ہے جو صرف مسلمانوں کی بہبود تک محدود نہیں بلکہ آئینی مساوات کی طرف ایک مجموعی قدم ہے۔

یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ ڈاکٹر اعجاز علی کی جدوجہد نے ہندوستانی سیاست میں ایک نئی فکری بنیاد رکھی۔ انہوں نے ثابت کیا کہ اگر کوئی تحریک دلیل، حقیقت اور عوامی ضرورت پر مبنی ہو تو اسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ یونائیٹڈ مسلم مورچہ نے اسی سوچ کو عملی شکل دی اور آج بھی ہزاروں خاندان اسی امید کے ساتھ اس جدوجہد کا حصہ ہیں کہ ایک دن وہ بھی وہ تمام حقوق حاصل کر سکیں گے جو ان جیسے دوسرے شہریوں کو ملتے ہیں۔

آخر میں یہ بات واضح ہے کہ آرٹیکل ۳۴۱ سے منسلک مسائل صرف قانونی نہیں بلکہ انسانی اور معاشرتی مسائل ہیں۔ ان کے حل کے لیے سیاسی عزم، سماجی حمایت اور آئینی اصلاحات تینوں کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر اعجاز علی کی جدوجہد ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ انصاف کے راستے میں مشکلات ضرور آتی ہیں، لیکن مستقل مزاجی اور سچائی کے ساتھ کی گئی جدوجہد بالآخر اپنے نتائج ضرور دیتی ہے۔

اسلام آباد میں ایران-امریکہ مذاکرات ناکام، عارضی جنگ بندی خطرے میں

تحریر: اللہ نواز خان
allahnawazk012@gmail.com

ایران اور امریکہ کے درمیان جنگ بندی کے سلسلے میں پاکستان میں مذاکرات ناکامی کا شکار ہو گئے۔ یہ توقع بھی تھی کہ مذاکرات ناکام ہوں گے، کیونکہ امریکی شرائط بہت ہی سخت تھیں۔ سب سے بنیادی مسئلہ یہ تھا کہ ایران جوہری توانائی سے دستبردار ہو جائے۔ جوہری توانائی سے دستبرداری کا مطالبہ کوئی نیا نہیں بلکہ بہت ہی پرانا ہے۔ دیگر مطالبات بھی سخت تھے لیکن شاید 'جوہری توانائی سے دستبرداری' جیسے مطالبے سے زیادہ سخت نہیں تھے۔ بہرحال مذاکرات ناکامی سے دوچار ہو گئے۔ مذاکرات ناکام ہونے کے باوجود بھی امید باقی ہے کہ بہتری کی طرف بڑھا جا سکتا ہے۔ امریکی اخبار وال اسٹریٹ جرنل نے دعوی کیا ہے کہ ایران کے ساتھ سفارت کاری کے دروازے کھلے ہیں، کچھ دنوں کے اندر مذاکرات کا دوسرا دور ہو سکتا ہے۔ وال اسٹریٹ جرنل کے مطابق، علاقائی ممالک امریکہ اور ایران کو مذاکرات کی میز پر واپس لانے کے لیے کوشاں ہیں۔ دونوں جانب سخت بیانات جاری کیے جا رہے ہیں، لیکن اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ مذاکرات کا دوسرا دور جلد ہی شروع ہو جائے۔ حالیہ مذاکرات کی ناکامی کا الزام امریکہ اور ایران ایک دوسرے پر لگا رہے ہیں۔ جے ڈی وینس نے کہا کہ ایران نے امریکہ کی شرائط قبول نہیں کی۔ ایران کی طرف سے وضاحت کی گئی کہ امریکہ نے غیر قانونی مطالبات کیے۔ امریکی صدر نے عارضی جنگ بندی سے قبل دھمکی دی تھی کہ ایرانی تہذیب کو تباہ کر دیا جائے گا۔ بعد میں عارضی جنگ بندی ہوئی لیکن کشیدگی میں کمی نہ ہوئی۔ جوہری توانائی کے علاوہ آبنائے ہرمز کا مسئلہ بھی بہت بڑھا ہوا ہے۔ آبنائے ہرمز کی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے، اس آبی گزرگاہ سے دنیا کے تقریبا ۲۰ فیصد تیل کی تجارت ہوتی ہے۔ ایران نے آبنائے ہرمز کو ایک جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ جب آبنائے ہرمز کو بند کر دیا گیا تو عالمی مارکیٹ میں تیل کی قیمتیں فورا بڑھ گئیں۔ عالمی معیشت دباؤ کا شکار ہو گئی اور شاید اسی وجہ سے تقریبا تمام ممالک نے ایران کے خلاف جنگ یا کسی دوسری منفی سرگرمی میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ اب بھی ایران آبنائے ہرمز کو بطور ہتھیار استعمال کرے گا، لیکن امریکہ آبنائے ہرمز کو ہر حال میں کھولنے کی کوشش کرے گا جس سے جنگ شروع ہو سکتی ہے۔ امریکی صدر نے آبنائے ہرمز کو کھولنے اور ناکہ بندی کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ امریکی صدر نے کہا کہ جو ہمارے جہازوں پر فائرنگ کرے گا ہم اسے تباہ کر دیں گے۔ ہم آبنائے ہرمز پر بارودی سرنگوں کو بھی تباہ کرنا شروع کر دیں گے۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے نیوی کو یہ بھی کہا کہ ایران کو ٹول دینے والے جہازوں کو تلاش کریں، ایران کو ٹول دینے والے جہازوں کو محفوظ راستہ نہیں ملے۔ آبنائے ہرمز کی اہمیت کے باوجود بھی جوہری توانائی کا مسئلہ سرفہرست ہے۔

عارضی جنگ بندی کی تاریخ ۲۲ اپریل تک مقرر کی گئی ہے۔ اگر مذاکرات کامیاب نہیں ہوتے تو ہو سکتا ہے کچھ دنوں کے لیے تاریخ مزید موخر کر دی جائے۔ یہ امکان بھی رد نہیں کیا جا سکتا کہ ایران پر محدود حملے شروع کر دیے جائیں۔ حملے محدود ہوں یا غیر محدود، ایران بھی جواب دیتا رہے گا۔ اب بھی حملوں کا جواب دیا جا رہا تھا۔ مذاکرات کی میز پر ایرانی فریق اس حیثیت سے موجود تھا کہ وہ ایک مضبوط فریق ہے، جبکہ امریکی فریق کو اپنی طاقت کا گھمنڈ تھا اور اسی حیثیت سے موجود تھا۔ ان مذاکرات سے اگر جوہری توانائی کا مسئلہ حل ہو جاتا تو دیگر مسائل حل ہو سکتے تھے۔ ایران کے مطالبات بھی درست تھے، صرف ایران کے لیے نہیں بلکہ خطے کے دیگر ممالک کے لیے بھی فائدہ مند تھے۔ ایران ائندہ جنگ نہ ہونے کی یقین دہانی حاصل کرنے کے علاوہ لبنان میں بھی امن چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں جنگ کے دوران ایران کا بہت زیادہ نقصان ہوا، اس لیے ایران کی طرف سے ہرجانے کا مطالبہ بھی ہوا۔ بہرحال جتنے بھی مذاکرات کے نکات تھے، وہ اب بھی حل ہو سکتے ہیں۔ اگر مذاکرات دوبارہ شروع ہو جاتے ہیں تو امکان بڑھ جائے گا کہ جنگ بندی مستقل بنیادوں پر ہو سکتی ہے۔ جنگ بندی کے علاوہ اقتصادی اور سفارتی پابندیاں بھی ایران کے لیے بہت زیادہ خطرناک ثابت ہو رہی ہیں۔ پابندیوں نے ایران کی معاشی اور دفاعی حالت بہت ہی کمزور کر دی ہے۔ ایران کے تیل اور گیس پر پابندیاں اگر ہٹا دی جاتی ہیں تو ایران بہت ہی جلد مضبوط ہو جائے گا۔ اس لیے شاید پابندیاں ہٹانے سے اجتناب کیا جا رہا ہے کہ پابندیوں کا شکار ایران اگر اتنا مقابلہ کر سکتا ہے تو مضبوط ایران کتنا نقصان دہ ہوگا؟ مذاکرات ناکام ہوئے ہیں تو یہ امکان بھی بڑھ گیا ہے کہ فوری طور پر جنگ نہ شروع ہو جائے۔ یہ جنگصرف ایران کو نقصان نہیں پہنچائے گی بلکہ خطے کے دیگر ممالک کے لیے بھی سخت نقصان دہ ثابت ہوگی۔ فوجی کشیدگی بھی بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔ صرف فوجی کشیدگی نہیں بڑھے گی بلکہ معیشت کو بھی سخت نقصان پہنچے گا۔ ایران پر مزید سخت پابندیاں لگائی جا سکتی ہیں۔ پابندیوں سے ایرانی عوام خوراک کے علاوہ دیگر بے شمار مسائل کا شکار ہو جائے گی۔ ایران اور امریکہ کے درمیان اگر جنگ بند ہو جاتی ہے تو مشرق وسطی میں امن کی امید کی جا سکتی ہے۔ امریکہ کے علاوہ اسرائیل کو بھی روکنا ہوگا کہ وہ مزید انتشار نہ پھیلائے۔ ایران اور امریکہ کے درمیان جنگ بھی اسرائیل کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اسرائیل غزہ کے علاوہ دیگر ممالک کو بھی نشانہ بنا رہا ہے، جس سے خطے میں بہت ہی بدامنی پھیل چکی ہے۔ علاقائی ممالک مزید کوشش کریں تاکہ یہ جنگ رک جائے۔ جنگ اگر جاری رہتی ہے تو دیگر ممالک اس جنگ کا حصہ بن سکتے ہیں، یوں یہ جنگ تیسری عالمی جنگ میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ بہرحال بدترین حالات میں بھی امید قائم رکھنی چاہیے کہ حالات بہتر ہو جائیں گے

بنگلہ دیش کی نئی حکومت کی بھارت نواز اقدامات

بنگلہ دیش کا قیام بظاہرا مغربی پاکستان کے حکمراں اشرافیہ کے استحصالی ہتھکنڈوں کے خلاف آزادی حاصل کرنا تھا مگر اس کے پس پردہ بھارت کی وہ سازش تھی جو قیام پاکستان سے ہی پاکستان کے خلاف شروع ہو چکی تھی اور سونے پہ سہاگا کے مجیب الرحمٰن جیسا متعصب لسانیت پرست غدار وطن میسر ہو گیا، جس نے مشرقی پاکستان کے بنگالیوں کی محرومیاں کو دور کرنے کا نعرہ لگایا جس کی بنیاد اک آزاد بنگلہ دیش کا قیام تھا جو بالآخر بھارت کی فوجی مداخلت سے لاکھوں جانوں کی قربانیوں اور قتل و غارتگری کے بعد 16 دسمبر 1971 میں ہوا۔ لیکن چند ماہ بعد ہی بنگلہ دیش کی عوام یہ سمجھ گئی کہ ہم تاڑ سے گر کر کھجور میں اٹک گئے ہیں۔ پاکستان جس کو بنانے میں بنگال کے لوگوں کا عظیم کردار تھا اس سے آزاد ہو کر بھارت کے غلام ہو چکے ہیں، یہی وجہ تھی کہ مجیب الرحمٰن کے خلاف آزادی کی جنگ لڑنے والی ایسٹ پاکستان رائفلز کے فوجیوں کے ساتھ ساتھ عوامی لاوا پک رہا تھا کیونکہ آزادی کے چار سال کے اندر بنگلہ دیش میں 5 لاکھ لوگ بھوک اور مکتی باہنی اور رکھی باہنی کے غنڈوں کے ہاتھوں دم توڑ چکے تھے اور بالآخر 15 اگست 1975 کو میجر ڈالم کی سربراہی میں فوج کے اک دستے نے مجیب الرحمٰن کو اس کے پورے خاندان اور تمام وزیروں کو بے دردی سے قتل کر دیا۔ وہ شخص جو 1971 میں بنگالیوں کی آنکھوں کا تارا اور بنگو بندھو تھا اس کے اس بہیمانہ قتل پر پورے بنگلہ دیش میں اک بھی شخص احتجاج کے لئے نہیں نکلا۔

وہ دن ہے اور آج تک بنگلہ دیش کبھی بھی سیاسی استحکام حاصل نہ کر سکا اور یہی عدم استحکام بھارت کے مفادات کی تکمیل کے لئے لازمی تھا۔ پے درپے فوجی اور سیاسی حکومتیں آتی جاتی رہیں ضیاء الرحمن کی فوجی بغاوت کے بعد اس کی حکمرانی اور پھر اس کا قتل، جنرل ارشاد کی بغاوت اور اس کی حکومت، ضیاء الرحمن کی بیوی خالدہ ضیاء کی بی این پی کی تین بار کی حکومت، مجیب الرحمٰن کی بیٹی حسینہ واجد کی حکومت کا تسلسل اور اس دوران پاکستان کا ساتھ دینے کے جرم میں جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے لوگوں پر مظالم کا نہ رکنے والا سلسلہ حتیٰ کہ حسینہ واجد نے 2014 کے بعد نے ملک میں موجود تمام مخالف جماعتوں کی قیادت اور کارکنوں پر مظالم کا پہاڑ توڑ ڈالا اور جماعت اسلامی کی تمام بالائی قیادت کو ماورائے عدالت پھانسی دے ڈالی، ہزاروں سیاسی کارکنان شیشہ گھر جیسے بدنام زمانہ عقوبت خانوں میں ڈال دیئے گئے لیکن اس سب کے پس پردہ بھارت کی ایسی بے مثال حکمت عملی تھی کہ بنگلہ دیش 1971 سے لے کر اب تک بھارت کی طفیلی ریاست ہی بنا رہا اور نئی حکومت بھی طابع داری و فرمانبرداری پر راضی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بھارت نے نہایت ہوشیاری سے بنگلہ دیش میں اپنے را کے تربیت یافتہ اہلکاروں کو تمام انتظامی عہدوں اور شعبہ جات میں بیٹھا دیا ہے۔ حتیٰ کہ فوج کی اعلیٰ قیادت بھی بھارت کی پراکسی ہے۔ حسینہ واجد نے بھارت کی ایما پر پاکستان سے تعلق کو منفی صفر پر لا کھڑا کر دیا جس کی بنیاد نفرت تھی۔ لیکن اس سب کے باوجود بنگلہ دیش کی عوام کی اکثریت بھارت کو ناپسند کرتی ہے اور اس کی ڈیکٹو غلامی سے نجات حاصل کرنا چاہتی رہی ہے۔ یہی وہ زمینی حقائق ہیں جس کو بنیاد بنا کر جماعت اسلامی بنگلہ دیش نے حالت ظلم میں رہتے ہوئے عوام کی اور طلبہ کی ذہن سازی کو اس طرح جاری رکھا کہ حسینہ واجد کی حکومت اور بھارت کو اس کی شدت کا اندازہ نہ ہو سکا۔ عوام کی اکثریت، مخالف جماعتوں اور بنگلہ دیش میں موجود دیگر مذہبی جماعتوں نے اپنے کام کو جاری رکھا اور جولائی 2024 میں حسینہ واجد کی حکومت کی جانب سے عوامی لیگ کے لوگوں اور ورثہ کے لئے سرکاری ملازمتوں میں کوٹہ سسٹم کے اعلان نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ کی تحریک شروع ہوئی جس کو دبانے کے لئے حسینہ واجد نے ریاستی قوت کا ظالمانہ طریقے استعمال کیئے لاشیں گرتی رہیں اور انقلاب کا شعلہ بھڑک کر آتش فشاں بن گیا جس نے 5 اگست کو حسینہ واجد کو ملک سے فرار ہو کر بھارت میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ حسینہ واجد کی جان بخشی میں آرمی چیف وقار الزماں کا بنیادی کردار تھا جو حسینہ واجد کا کزن بھی ہے۔

اب انقلاب کی مکمل کامیابی کی وہ غلطی آشکار کرتا چلوں جس نے طلبہ تحریک کو 12 فروری 2026 کو جیتے ہوئے انتخاب میں ناکامی سے دوچار کر دیا۔ دراصل انقلاب وہ قوت مسخرہ ہے جو نظام وقت کے تمام بنیادوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر اک نئی بنیاد قائم کرتا ہے۔ مگر طلبہ تحریک سے جو غلطیاں ہوئیں وہ یہ کہ انہوں نے آرمی چیف کو، صدر مملکت شہاب الدین کو، الیکشن کمیشن کے سربراہ کو اور سپریم کورٹ کے بھارت نواز اکثر ججوں کو ان کے عہدوں پر قائم رہنے دیا۔ ملک کے عبوری سربراہ ڈاکٹر یونس کو بنایا جو بظاہرا حسینہ واجد مخالف ہونے کے ناطے بھارت مخالف کچھ اقدامات کیئے اور پاکستان سے دوستی کی پینگیں بڑھانے کے نمائشی اقدامات کیئے۔ اس انقلاب کے بعد تمام اسیران کو رہائی ملی بی این پی کی رہنما خالدہ ضیاء بھی رہا ہوئی مگر اس پارٹی کا جنرل سیکریٹری صلاح الدین جو اک نہایت سیکولر اور بھارت نواز فرد ہے پوری پارٹی پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا جو اب ملک کا وزیر داخلہ بن چکا ہے جو حسینہ واجد کی حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد مسلسل بھارت سے رابطے میں تھا اور بھارت اس کو اپنا ٹروجن ہارس بنا رکھا تھا۔ جس نے انتخابات میں عوامی لیگ کے تیسرے درجے کے لوگوں کو پارٹی ٹکٹ دیا جس سے دوران انتخابات پارٹی میں شدید لڑائی بھی ہوئی۔

جماعت اسلامی کے ساتھ گیارہ جماعتی اتحاد نے ملک بھر میں بے مثال انتخابی مہم کا آغاز کیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے ملک کے کونے کونے میں ہر زبان پر اک نعرہ تھا داڑی پلہ، داڑی پلہ۔ جماعت اسلامی کے امیر ڈاکٹر شفیق الرحمن کی ولولہ انگیز قیادت نے نوجوانوں، بوڑھوں، اور خواتین میں امید کے چراغ روشن کر دیئے اور جو نعرہ ہر خاص و عام کی زبان پر تھا دلی نا ڈھاکہ، ڈھاکہ ڈھاکہ۔ تمام گلوبل سروے، یہ بات ظاہر کر رہے تھے کہ جماعت اسلامی کا اتحاد ہی حکومت سازی کرے گا۔ مگر سیاسی بلوغت رکھنے والوں کے کان اس وقت بجنے لگے جب جلا وطنی کے بعد ملک میں آنے والے مرحومہ خالدہ ضیاء کے بیٹے طارق رحمان کا استقبال فوجی سلیوٹ اور کانوائے کے ساتھ کیا گیا۔ بی این پی کے ہیڈ کوارٹر میں بھارت کے اعلیٰ وفود کے دورے شروع ہو گئے اور وزیر خارجہ جے شنکر کی ملاقات بھی ہوئی۔ اک بات اس انتخاب میں بہت اہمیت کی حامل تھی کہ یہ انتخاب صرف پارلیمانی نمائندوں کے لئے نہیں ہوگا بلکہ ملک میں آئینی ترمیمات اور سینٹ کے قیام کے لئے ریفرنڈم بھی ہوگا جس پر 22 پارٹیوں نے بشمول بی این پی نے دستخط کیئے تھے۔ انتخابات بظاہرا پر امن ہوئے ساٹھ فیصد سے زیادہ لوگوں نے اپنا ووٹ ڈالا اور ریفرنڈم میں لوگوں نے 70٪ ہاں میں رائے دی۔ 12 فروری رات 9 بجے تک الیکشن کمیشن بنگلہ کے ہیڈ کوارٹر میں دنیا بھر کے نمائندے پورے ملک میں جماعت اسلامی کی فتح کی خبریں نشر کر رہے تھے کہ اچانک نتیجے آنا بند ہو گئے اور رات 12 بجے کے بعد بی این پی کے دو تہائی اکثریت سے زیادہ 212 سیٹوں پر کامیابی حاصل کرنے کا اعلان ہو گیا۔ بین الاقوامی قوتوں، بھارت کا سازشی کردار اور سب سے بڑھ کر فوج کے سربراہ وقار الزماں کے فیصلے نے وہ کچھ کر دیا جس کی توقع نہیں تھی۔ دیکھتے دیکھتے پورے ملک میں عوامی لیگ متحرک ہو گئی بند دفاتر کھلنے لگے اور جماعت اسلامی اور اس کے حامیوں کے گھروں، دکانوں اور دفاتر پر حملے شروع ہو گئے۔ سب سے پہلے مودی جی نے طارق رحمان کو مبارکباد دی اور ارادہ ظاہر کر دیا گیا کہ ٹوٹے رشتے پھر سے بحال ہوں گے۔ ڈاکٹر یونس اپنا کردار ادا کر کے دوسرے ہی دن اپنے پیا کے گھر سدھار گئے۔ 12 مارچ 2026 کو پارلیمنٹ کے اجلاس میں حلف برداری کی تقریب ہوئی تمام منتخب ممبران نے حلف اٹھایا، جماعت اسلامی کے ممبران نے پارلیمنٹ اور آئینی کونسل کا حلف بھی اٹھایا مگر بی این پی کے ممبران نے آئینی کونسل کا حلف نہیں اٹھایا یہیں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بنگلہ دیش کا طلباء انقلاب کامیابی کے لئے مزید قربانیوں کا تقاضا کر رہا ہے۔ بڑی تیزی سے طارق رحمان اپنی بھارت نواز اقدامات کا اعلان کر رہے ہیں۔ مارچ کے مہینے میں ہی بنگلہ دیش کے انٹیلیجنس ایجنسی کے چیف نے بھارت کا خفیہ دورہ کر کے اجیت دوول، را چیف، اور ملٹری انٹیلیجنس چیف سے ملاقات کر کے آئندہ کے لئے تمام معاملات طے کر لیئے ہیں اور اپریل کے پہلے ہفتے میں بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ بھارت کے دورے پر جا رہے ہیں جس میں بھارت کے ساتھ تمام منسوخ شدہ معاہدے کی تجدید کی جائے گی۔ عوامی سطح پر بڑے پیمانے پر ویزا کا اجراء شروع ہو چکا ہے۔ تمام امیگریشن پوائنٹس سے روزانہ ہزاروں بھارت کے لوگ بنگلہ دیش جا رہے ہیں۔ کولکتہ اور ڈھاکہ کے درمیان بس سروس کا آغاز ہو چکا ہے۔ رکی ہوئی تجارت بحال ہو چکی ہے۔ پارلیمنٹ کے پہلے اجلاس میں صدر شہاب الدین کی تقریر میں جولائی کے شہداء اور عثمان ہادی کے قاتلوں کے مواخذے کو نظر انداز کرنا، آئینی کونسل کے قیام کو پارلیمنٹ کی منظوری سے مشروط کرنا یہ وہ مراحل ہیں جس نے پورے ملک میں اک بچینی کی لہر دوڑا دی ہے اور روزانہ کی بنیاد پر اپوزیشن کا پارلیمنٹ کے اجلاس سے بائکاٹ کے بعد پھر سے راج پتھ پر آکر تحریک کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ تحریک کو دبانے کے لئے پولیس کی طاقت کا بہیمانہ طریقے سے استعمال نے خون خرابے کا آغاز کر دیا ہے اور لگتا ہے کہ طارق رحمان کی صورت میں حسینہ واجد کی حکومت قائم ہو گئی ہے۔ بھارت سے تمام تجارتی سلسلے بحال ہو چکے ہیں۔ طلبہ سڑکوں پر آ چکے ہیں۔ ملک میں خانہ جنگی کی صورت حال پیدا ہو رہی ہے۔ پاکستان سے تعلق کا سلسلہ عملاً رک چکا ہے۔ پاکستان سے دوستی کی جو گرم جوشی عبوری حکومت کے دوران تھی وہ بالکل رک گئی ہے۔ بھارت پہلے ہی سے یہ کھل کر اعلان کر رہا ہے کہ ایران کی شکست کے بعد اکھنڈ بھارت کے راستے میں صرف پاکستان ہے جس کو وہ اسرائیل کے ساتھ مل کر زیر کر لے گا بنگلہ دیش کو جب چاہے گا کشمیر کی طرح اپنا صوبہ بنا لے گا۔ بھارت کے اس مکروہ عزائم میں بنگلہ دیش کی حریت پسند عوام مزاحمت کرے گی اور ان کی حقیقی آزادی کا خواب مزید قربانیوں کا تقاضا کر رہا ہے۔ بنگلہ دیش کا مستقبل عدم استحکام، بھارتی بالا دستی اور اس کے خلاف خانہ جنگی کی صورت نمایاں نظر آتا ہے۔

فضائے بسیط میں پھیلی ہوئی یہ سرخ چادر۔
مجھے تو خون کے پیاسوں کا کارواں سا لگے۔

ڈھاکہ سے لے کر چاٹ گام تک۔ کھلنا سے لے کر جیسور تک، اک انقلابی آواز آنا شروع ہو چکی ہے دلی نا ڈھاکہ۔ ڈھاکہ ڈھاکہ۔ معتبر ذرائع سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ امریکہ، بھارت اور بنگلہ دیش بہت جلد اسٹریٹجک شراکت داری کا معاہدہ کرنے والے ہیں۔ دیکھتے ہیں اس بحر کے تلاطم سے کیا نکلتا ہے۔ مکر کرنے والے مکر کرتے ہیں مگر اللہ کی حکمت کے سامنے سب ناکام ہیں۔

محمد امین اللہ۔

عورت کا دین دار ہونا نہایت ضروری محمد علی

(پریس ریلیز)

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

ابوافسر مصباحی (بہار ہندوستان)

مظفر پور شہر کے قلب کے اندر زکریا کالونی میں مدرسہ فاطمہ کلیتہ البنات کا افتتاح علماء مشائخ اور دانشوران قوم کی موجودگی میں عمل میں آیا مدرسہ کے بانی حضرت حافظ و قاری محمد علی اشرفی بتاتے ہیں کہ موجودہ دور میں تعلیم پر خوب زور دیا جا رہا ہے، مگر یہ حقیقت ہے کہ اسکول میں پڑھنے والی بچیاں عام طور سے دین نہیں پڑھ پاتی جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو جا رہی ہیں اور اسلامی قوانین اور دیگر چیزوں پہ وہ منفی کمنٹ کر رہی ہیں میں نے موجودہ زمانہ کی بچیوں کے بے راہ روی کو دیکھ کر کے مستقبل کے لیے ایک خاکہ تیار کیا یہ سوچ کر کہ جو بچیاں اسکول جا رہی ہیں کالج میں پڑھ رہی ہیں انہیں تعلیم سے نہ روکا جائے بلکہ ان کے اندر دین کی سمجھ پیدا کی جائے اور انہیں دینی تعلیم بھی دی جائے تاکہ ہماری بچیاں دیندار ہو سکے کیونکہ دیندار ماں کا ہونا نہایت ضروری ہے اگر عورت پڑھی لکھی ہوگی تو اپنے بچے کو بھی پڑھائے گی اس کے ہوم ورک میں اس کی مدد کرے گی اور وہ دین کو سمجھے گی، اسی طرح سے جو بچیاں مدرسہ میں پڑھتی ہیں وہ دنیاوی تعلیم سے ناشنا رہ جاتی ہیں تو ان کے لیے بھی دنیاوی تعلیم کا انتظام کیا جائے تاکہ زندگی کی دیگر چیزوں کے انتظام و انصرام میں انہیں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے یہی سوچ کر میں نے پارٹ ٹائم اور فل ٹائم دینی اور دنیاوی کورس کا آغاز مدرسہ فاطمہ کلیتہ البنات کے نام سے شروع کیا تاکہ جو بچیاں فل ٹائم دین سیکھنا چاہیں ان کا بھی خیر مقدم ہے اور جو پارٹ ٹائم تعلیم حاصل کرنا چاہے ان کا بھی خیر مقدم ہے، تاکہ دونوں کے اندر دینداری کا جذبہ پیدا ہو سکے میں قوم کے غیور مسلمانوں سے گزارش کروں گا کہ خدارا مستقبل کی فکر کریں اور اپنی دنیا کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ مستقبل کو بھی روشن کرے ورنہ ہمیں کف افسوس ملنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوگا، ہمارے یہاں انگلش اسپیکنگ اردو، عربی کمپیوٹر، اور سلائی کڑھائی کے علاوہ یک سالہ معلمہ کورس کا بھی انتظام ہے، ادارہ ہذا کا باضابطہ افتتاح مورخہ ۱۲ اپریل ۲۰۲۶ کو علماء و مشائخ اور بہی خان قوم کے ذریعے عمل میں آیا مہمان خصوصی کی حیثیت سے سیکریٹری کامران خان چنیء اور صدر یونس صاحب اور جناب عبدالحکیم صاحب کی آمد نے اس پروگرام میں چار چاند لگا دیا اس پروگرام میں علمائے کرام میں حضرت مفتی مزمل اشرفی مولانا مدنی مصباحی مولانا افضل صاحب خطیب اعظم مولانا سلطان رضا ممبیء حافظ مسرور عالم مداح خیر البشر مقصود ساقی مظفر پوری کے علاوہ کثیر تعداد میں مرد و خواتین شریک تھے

رپورٹ ابوافسر مصباحی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

موجودہ دور میں مدارس: کثرت، چیلنجز اور افادیت کا جائزہ

ابوالخالد
محمد اظہر الدین علیمی
دار العلوم حسینیہ نظامیہ رضا نگر بھٹنڈی جموں

برصغیر پاک و ہند میں مدارسِ دینیہ کا ایک عظیم اور روشن تاریخی پس منظر رہا ہے۔ انہی مدارس نے صدیوں تک دینِ اسلام کی حفاظت، اشاعت اور تعلیم و تربیت کا فریضہ نہایت اخلاص کے ساتھ انجام دیا۔ بالخصوص اہل سنت والجماعت کے مدارس نے قرآن و حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم کی ترویج میں بنیادی کردار ادا کیا۔ لیکن موجودہ دور میں مدارس کی کثرت، خصوصاً غیر منظم انداز میں نئے مدارس کے قیام نے کئی سوالات کو جنم دیا ہے۔ عوام کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں، اور بعض حلقوں میں مدارس کو محض "چندہ جمع کرنے کا ذریعہ" سمجھا جانے لگا ہے۔ اس صورتحال کا سنجیدہ تجزیہ نہایت ضروری ہے۔

سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ مدارس کی اصل ضرورت کیا ہے۔ اسلامی معاشرے میں دینی تعلیم کا فروغ ایک بنیادی تقاضا ہے۔ اگر مدارس نہ ہوں تو دین کی صحیح تعلیم، قرآن کی تلاوت، حدیث کی معرفت اور فقہی مسائل کی وضاحت جیسے امور شدید متاثر ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اہل علم نے مدارس کے قیام کو ضروری سمجھا۔ اس اعتبار سے مدارس کا قیام بذاتِ خود ایک نیک اور قابل قدر عمل ہے۔

لیکن مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اس مقدس کام میں اخلاص کی جگہ دنیاوی مفادات داخل ہو جائیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ بعض افراد بغیر کسی منصوبہ بندی، معیار یا اہلیت کے مدرسہ قائم کر دیتے ہیں۔ چند طلبہ کو جمع کیا، ایک بورڈ لگایا اور چندہ جمع کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ایسے مدارس نہ تو تعلیمی معیار پر پورا اترتے ہیں، نہ ہی طلبہ کی صحیح تربیت کر پاتے ہیں۔ اس طرزِ عمل نے واقعی مدارس کی ساکھ کو نقصان پہنچایا ہے۔

معاشرے میں جب ایسے غیر معیاری مدارس کی تعداد بڑھتی ہے تو لوگ عمومی طور پر تمام مدارس کو ایک ہی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ نتیجتاً وہ عظیم ادارے بھی تنقید کا نشانہ بن جاتے ہیں جو واقعی اخلاص اور محنت کے ساتھ دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا نقصان ہے، کیونکہ اس سے عوام کا اعتماد مجروح ہوتا ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ "سفیروں کی کثرت" یعنی چندہ جمع کرنے والوں کی بہتات نے بھی اس مسئلے کو بڑھایا ہے۔ بعض لوگ مدرسے کے نام پر مختلف علاقوں میں جا کر چندہ جمع کرتے ہیں، لیکن اس کی شفافیت اور درست استعمال پر سوالات اٹھتے ہیں۔ جب عوام کو بار بار ایسے تجربات ہوتے ہیں تو وہ بدظن ہو جاتے ہیں اور پھر ہر مدرسے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تاہم اس تصویر کا دوسرا رخ بھی نہایت اہم ہے۔ آج بھی بے شمار ایسے مدارس موجود ہیں جو انتہائی منظم انداز میں کام کر رہے ہیں۔ وہاں قابل اساتذہ، باقاعدہ نصاب، طلبہ کی اخلاقی و روحانی تربیت، اور شفاف مالی نظام موجود ہوتا ہے۔ ایسے مدارس نہ صرف دین کے محافظ ہیں بلکہ معاشرے کے لیے صالح افراد تیار کر رہے ہیں۔ ان مدارس کی بدولت مساجد آباد ہیں، دینی رہنمائی میسر ہے اور اسلامی اقدار زندہ ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ تمام مدارس غیر مفید یا محض کمائی کا ذریعہ بن چکے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مدارس دو طرح کے ہو گئے ہیں: ایک وہ جو واقعی خدمتِ دین کا مرکز ہیں، اور دوسرے وہ جو اس مقدس نام کو استعمال کر کے ذاتی مفادات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صورتحال کا حل کیا ہے؟ سب سے پہلے تو خود علماء اور دینی حلقوں کو اس مسئلے کا ادراک کرنا ہوگا۔ مدارس کے قیام کے لیے کچھ بنیادی اصول اور ضوابط طے کیے جائیں۔ ہر شخص کو مدرسہ کھولنے کی اجازت نہ ہو، بلکہ اس کے لیے علمی اہلیت، تجربہ اور مناسب انتظامی صلاحیت ضروری قرار دی جائے۔

دوسرا اہم قدم شفافیت کا ہے۔ مدارس کے مالی معاملات واضح اور ریکارڈ پر ہونے چاہئیں۔ چندہ کہاں سے آ رہا ہے اور کہاں خرچ ہو رہا ہے، اس کی باقاعدہ رپورٹ ہونی چاہیے۔ اس سے عوام کا اعتماد بحال ہوگا۔

تیسری بات معیارِ تعلیم کی بہتری ہے۔ مدارس میں جدید تقاضوں کو بھی مد نظر رکھا جائے۔ طلبہ کو نہ صرف دینی علوم بلکہ بنیادی عصری علوم سے بھی آراستہ کیا جائے تاکہ وہ معاشرے میں مؤثر کردار ادا کر سکیں۔

چوتھا پہلو عوام کی ذمہ داری کا ہے۔ عوام کو بھی چاہیے کہ وہ تحقیق کے بغیر ہر جگہ چندہ نہ دیں، بلکہ ایسے مستند اور معروف مدارس کی مدد کریں جو واقعی دین کی خدمت کر رہے ہیں۔

آخر میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ مدارسِ اہل سنت و الجماعت ہمارے دینی تشخص کا ایک اہم ستون ہیں۔ ان کی کثرت بذاتِ خود کوئی مسئلہ نہیں، بلکہ غیر معیاری اور غیر ذمہ دارانہ قیام مسئلہ ہے۔ اگر اخلاص، نظم و ضبط اور معیار کو برقرار رکھا جائے تو یہی مدارس امت کی سب سے بڑی طاقت بن سکتے ہیں۔ لیکن اگر ان میں اصلاح نہ کی گئی تو عوامی اعتماد کا بحران مزید گہرا ہو سکتا ہے۔

لہٰذا وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اس مسئلے کو سنجیدگی سے لیں، اچھے اور برے میں فرق کریں، اور مدارس کے نظام کو مضبوط، شفاف اور مؤثر بنانے کی کوشش کریں۔ یہی دین کی حقیقی خدمت اور معاشرے کی بہتری کا راستہ ہے۔

پولیس حراست میں بے تحاشہ مظالم، جواب دہی طے کرنے کی ضرورت!

سرفراز احمد قاسمی حیدر آباد
رابطہ: 8099695186

جاریہ ماہ کے پہلے ہفتے میں تامل ناڈو کے مدورائی کی ایک عدالت نے تاجر پی جے راج اور اس کے فرزند جے بینکس کی تحویل میں ہوئی موت کے کیس میں 9 پولیس ملازمین کو سزائے موت سنائی ہے۔ جے راج اور اس کے فرزند جے بینکس کی موت تھوکوڈی ضلع میں چھ سال قبل ہوئی تھی جس کے بعد ملک بھر میں برہمی کی لہر پیدا ہو گئی تھی، جن 9 پولیس اہلکاروں کو سزائے موت سنائی گئی ہے ان میں انسپکٹر سریدھر، سب انسپکٹر ان بالا کرشن اور رگھو گنیش کے علاوہ دیگر پولیس اہلکار مروگن، سما دورائی، متھوراجہ، چھیلا دورائی، تھامس فرانسس اور ویلو متھو موکی حیثیت سے شناخت کی گئی ہے۔ عدالت نے واضح کیا کہ یہ اختیارات کے بے جا استعمال کا معاملہ ہے، تمل ناڈو میں ایسے کئی دیانت دار پولیس ملازمین موجود ہیں اور عدالت کی اس رولنگ سے پولیس ملازمین میں کسی طرح کے خوف کی لہر پیدا نہیں ہو گی۔ عدالت نے کہا کہ اس کیس میں باپ اور بیٹے کو برہنہ کیا گیا تھا اور ان کی بے تحاشہ پٹائی کی گئی تھی، اس کے واضح اشارے دستیاب ہیں، سی بی آئی نے اس کیس کی تحقیقات کی تھی اور اس کیس کو انتہائی شاذ و نادر پیش آنے والا واقعہ قرار دیتے ہوئے ملزمین کو سزائے موت یا کسی ممکنہ پیرول کے بغیر سزائے عمر قید سنانے کی استدعا کی تھی، استغاثہ کی دلیل یہ تھی کہ اس جرم کی نوعیت انتہائی سنگین ہے اور اس کیس میں تین راست عینی شاہدین کے بیانات بھی لیے گئے ہیں، جس سے سماج کا ضمیر بے چین ہو اٹھا تھا، انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی کو واضح کرتے ہوئے سی بی آئی کا کہنا تھا کہ متاثرین کو ہتھیاروں کے ساتھ بے رحمانہ مارپیٹ کی گئی تھی اور انتہائی شدت کی سزا دی گئی تھی، باپ اور بیٹے کی تحویل میں موت کا واقعہ 19 جون 2020 کو پیش آیا تھا، تفصیلات کے مطابق جے راج اور بینکس ایک موبائل شاپ چلاتے تھے، ان دونوں کو اس الزام میں گرفتار کیا گیا تھا کہ انہوں نے لاک ڈاؤن کے دوران مقررہ وقت سے زیادہ وقت تک دکان کھلی رکھی تھی، تاہم یہ الزام بعد میں جھوٹا ثابت ہوا تھا، ان دونوں کو ستنا کالم پولیس اسٹیشن منتقل کر کے بعد میں عدالتی تحویل میں دے دیا گیا تھا، اس کے چند دن کے بعد ہی دونوں کی موت واقع ہو گئی تھی، رشتہ داروں نے الزام عائد کیا تھا کہ ان دونوں کو پولیس اسٹیشن میں رات بھر شدید مارپیٹ کا نشانہ بنایا گیا تھا اور وہ شدید زخمی ہو گئے تھے، انہیں شدید جسمانی اذیتوں کے نشان بھی دستیاب ہوئے تھے، سی بی آئی نے اس کیس کی تحقیقات مدراس ہائی کورٹ کی ہدایت پر شروع کی تھی اور 10 پولیس اہلکاروں کو گرفتار کر کے ان تمام کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کیا گیا تھا۔ تحقیقات کے دوران ایک خاتون کانسٹیبل نے بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ ان دونوں باپ، بیٹے کو رات بھر مارپیٹ کا نشانہ بنایا گیا تھا، جس کی وجہ سے ٹیبلوں اور لاٹھیوں پر خون کے نشان تھے، تحقیقات میں شواہد جمع کرنے میں سی بی آئی کو کافی مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا تھا، اس کیس کی تحقیقات میں جملہ 100 عینی شاہدین کے بیانات لیے گئے تھے اور پانچ سال تک سماعت کے بعد گزشتہ دنوں ان پولیس اہل کاروں کو سزائے موت سنائی گئی تھی۔

2021 میں کوچی میں قانون کے ایک طالب علم کی خودکشی کے بعد جہیز کے لیے ہراساں کرنے اور ایک پولیس افسر کے لا تعلق رویے کے بعد کیرالہ ہائی کورٹ نے کہا تھا کہ اگر غلطی کرنے والے اہلکار کے خلاف فوری کاروائی ہوتی ہے تو پوری فورس لائن میں آجائے گی، جسٹس دیوان رام چندرن نے کولم میں ایک نوجوان کی طرف سے دائر کی گئی ایک درخواست کی سماعت کرتے ہوئے کیا تھا، جس میں پولیس نے شکایت کی وصولی کے لیے اسٹیشن پر ہراساں کرنے اور ہتھکڑیاں لگانے کا الزام لگایا تھا، عدالت نے پولیس کو ہراساں کرنے سے متعلق شکایات کی بڑھتی ہوئی تعداد پر سخت تشویش کا اظہار کیا تھا، کورٹ نے کہا تھا کہ جب تک پولیس عہدے دار یہ محسوس نہ کریں کہ وہ اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہیں، اس وقت تک ریاست میں کچھ نہیں بدلے گا، وہ سب جانتے ہیں کہ ان کے خلاف کوئی بھی کاروائی شروع ہونے میں برسوں لگیں گے، اس لیے پولیس والے اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں، عدالت نے ریاست کو یہ واضح کرنے کی ہدایت دی تھی کہ نوجوان کو ہتکڑیاں لگانے اور تھانے کے گیٹ پر رکھنے والے افسر کے خلاف فوجداری کاروائی کیوں نہیں شروع کی گئی؟ کورٹ نے یہ بھی کہا کہ پولیس اسٹیشن ایک عوامی دفتر ہے، دہشت گردی کا میدان نہیں، وہ عوام کے محافظ ہیں، انکو ستانے والے دشمن نہیں، کسی بھی مرد، عورت یا بچے کو کسی بھی وقت پولیس اسٹیشن جانے کے لیے آزاد اور پر اعتماد ہونا چاہیے، عوام اسکے لئے کسی طرح کے خوف میں ہر گز مبتلا نہ ہوں، اسکو یقینی بنایا جانا چاہئے، عدالت نے اس بات پر بھی تعجب کیا کہ پولیس کو کیسے اور کیوں یقین ہے کہ وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں اور اس سے بچ سکتے ہیں، انکے خلاف کوئی کاروائی نہیں ہو گی، اگر ریاست کسی پولیس افسر کے خلاف فوری اور سخت کاروائی کرتی ہے تو صرف یہی کافی ہے، اسکے نتیجے میں پوری فورس اپنا رویہ بدل لے گی، جب تک ایسا نہیں کیا جائے گا، تب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا، لوگوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا، مار دیا جائے گا، یہاں تک کہ خودکشی پر مجبور کیا جائے گا، لیکن اس پر کوئی کاروائی نہیں ہو گی، کیرالہ ہائی کورٹ نے حکومت سے کہا کہ وہ اہلکار کے خلاف کی گئی کاروائی کی تفصیلات پیش کریں، یہ معاملہ ایک دلت نوجوان کے وی راجیو سے متعلق تھا، جس نے شکایت درج کی تھی کہ اسے دو ماہ قبل کولم کے تھینیمالہ پولیس اسٹیشن میں مبینہ طور پر ہتھکڑیاں لگائی گئی تھی اور اس نے شکایت کی رسید مانگنے کے بعد پولیس میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے ایک اور مقدمہ کر دیا تھا، اس معاملے کے بعد وہاں احتجاج شروع ہو گیا تھا اور دو افسران کو معطل کر دیا گیا تھا، ایرنا کولم ضلع میں الوا کے اسٹیشن ہاؤس آفیسر کو قانون کی ایک طالبہ کی خودکشی کے سلسلے میں معطل کر دیا گیا تھا، جب اس کے والدین اور اپوزیشن جماعتوں نے الزام لگایا تھا کہ اس کی نااہلی سے ہینڈلنگ نامی دوشیزہ 22 سالہ کی موت کا باعث بنی، طالبہ نے اپنے پیچھے ایک خودکشی نوٹ چھوڑا تھا جس میں اس نے اپنے شوہر، سسرال اور پولیس افسر سی ایل سدھیر کو اپنی موت کا ذمہ دار ٹھہرایا تھا، اس کے شوہر اور سسرال والوں کو گرفتار کر لیا گیا لیکن پولیس افسر کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی، جس کی وجہ سے ریاست میں بڑا احتجاج ہوا تھا۔

جنوری 2025 کے اخیر میں چندی گڑھ کی ایک خصوصی سی بی آئی عدالت نے ہماچل پردیش کے انسپکٹر جنرل پولیس ظہور حیدر زیدی اور دیگر سات پولیس ملازمین کو 2017 میں پولیس تحویل میں موت کے ایک کیس میں عمر قید کی سزا سنائی تھی، خصوصی سی بی آئی جج الکا ملک کی عدالت نے 18 جنوری کو زیدی اور دیگر کو ایک کیس میں مجرم قرار دیا تھا، یہ کیس ضلع شملہ کے کوٹ کھائی میں ایک نابالغ لڑکی کی اجتماعی عصمت ریزی اور قتل کے ملزم کی پولیس تحویل میں موت سے تعلق رکھتا ہے، اس کیس کے دیگر مجرموں میں اس وقت کے ڈپٹی سپرنڈنٹ آف پولیس منوج جوشی، اس وقت کے سب انسپکٹر راجیندر سنگھ اس وقت کے اسسٹنٹ ایس آئی دیپ چند شرما، اس وقت کے کانسٹیبل موہن لال، صورت سنگھ، رفیع محمد اور رنجیت ستیتا شامل ہیں، عدالت نے اس کیس میں اس وقت کے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس ڈی ڈبلیو نیگی کو بری کر دیا تھا، سی بی آئی کے وکیل استغاثہ امیت جندل نے کہا تھا کہ عدالت نے اس کیس میں 8 مجرموں کو عمر قید کی سزا سنائی ہے، عدالت نے ہر مجرم پر ایک لاکھ روپے فی کس جرمانہ بھی عائد کیا تھا، زیدی اور دیگر سات افراد کو سورج نامی شخص کی پولیس حراست میں موت کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا، سورج 18 جولائی 2017 کو کوٹھ کائی پولیس اسٹیشن میں مردہ پایا گیا تھا۔ ملزم پولیس عہدے داروں نے سورج کے قتل کے الزام میں ایک اور گرفتار شخص راجندر کے خلاف ایف آئی آر درج کی تھی۔

ستمبر 2025 میں سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ پولیس افسران کو دیوانی اور فوجداری مقدمات میں فرق کرنے کے لیے اپنی صوابدید کا استعمال کرنا چاہیے، عدالت عظمی نے کہا تھا کہ فوجداری قانون کا غلط استعمال نظام انصاف کے لیے سنگین خطرہ ہے، یہ کیس جسٹس سوریہ کانت اور جسٹس این کوٹیشور سنگھ کی بینچ کے سامنے سماعت کے لیے آیا تھا، بینچ نے حالیہ رجحان کی مذمت کی، جہاں کیس کے فریقین اکثر دیوانی تنازعات کو فوجداری مقدمات میں بدل دیتے ہیں، عدالت عظمی نے اس سے قبل فریقین کی جانب سے دیوانی تنازعات میں فوجداری مقدمات دائر کرنے کے اس رجحان کو تنقید کا نشانہ بنایا تھا تاکہ ان کی شکایات کے حل کو تیز کیا جاسکے، بینچ نے کیس کی سماعت کرتے ہوئے کہا تھا کہ عدالتیں ریکوری ایجنٹ کے طور پر کام نہیں کر سکتی، اس نے یہ بھی نشاندہی کی کہ حال ہی میں فریقین خالصتا دیوانی تنازعات میں رقم کی وصولی کے لیے فوجداری مقدمات درج کر رہے ہیں بینچ نے کہا کہ بقایہ رقم کی وصولی کے لیے گرفتاری کی دھمکی کا استعمال نہیں کیا جاسکتا، اتر پردیش حکومت کی نمائندگی کرنے والے ایڈیشنل سالسٹر جنرل کے نٹراج نے بینچ کے سامنے دلیل دی کہ پولیس ایسے معاملات سے نبرد آزما ہوتی ہے اور بیچ میں پھنس جاتی ہے، اے ایس جی نے استدلال کیا کہ اگر پولیس کسی ایسے کیس کا اندراج کرنے میں ناکام ہو جاتی ہے جہاں قابل سزا جرم کا الزام لگایا گیا ہو تو انہیں عدالت کی طرف سے تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مقدمے کے اندراج میں تعصب کے الزامات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بینچ نے یہ مشاہدات اتر پردیش کے ایک مجرمانہ معاملے میں کہے، بینچ نے نوٹ کیا کہ رقم کی وصولی کے تنازع میں ایک شخص پر اغوا کا الزام تھا، لا آفیسر نے دلیل دی کہ ان شکایات میں عام طور پر رقم کی وصولی کے تنازع میں مجرمانہ جرم کا الزام شامل ہوتا ہے، بینچ نے کہا کہ پولیس کسی شخص کو گرفتار کرنے سے پہلے اس بات کا تعین کرے کہ مقدمہ دیوانی ہے یا فوجداری، بینچ نے زور دے کر کہا کہ فوجداری قانون کے اس طرح کے غلط استعمال سے نظام انصاف کو شدید خطرہ لاحق ہے، اس لیے پولیس فوجداری قانون کے غلط استعمال، دیوانی اور فوجداری تنازعات میں فرق کرنا سیکھے۔ اوپر کے ان واقعات سے اتنا تو صاف ہے کہ لا اینڈ آرڈر کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری پولیس اور انتظامیہ کی ہے مگر یہی پولیس اور انتظامیہ اب رضاکارانہ طور پر تعصب اور جانبداری کا مظاہرہ کرنے لگی ہے، آر ایس ایس راشٹریہ سویم سیوک سنگھ اور اس کی ذیلی تنظیموں، اس کے ہمدردوں، حامیوں اور ساتھیوں کا کردار پورے جوش و خروش کے ساتھ ادا کر رہے ہیں، جسکے شواہد ملک بھر کے کئی واقعات ہیں، پولیس اور انتظامیہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو سر درد اور دوسرے درجے کا شہری مانتی ہے، جو یقیناً اچھی خبر نہیں ہے اور یہ راستہ تباہی کی طرف جارہا ہے، انتظامیہ اور پولیس اب آر ایس ایس کے نظریات نافذ کرنے کے لیے اپنی طاقت کا استعمال کر رہے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں رہ گیا ہے کہ وہ امن و امان بنائے رکھنے کے بہانے اپنے اختیارات کا بے جا اور غلط استعمال کر رہے ہیں، پولیس حراست میں بے تحاشہ مظالم کے بڑھتے واقعات انتہائی تشویشناک ہیں جسکے لئے محکمہ پولیس کو جواب دہ بنانا ضروری ہے اور جواب دہی کے لئے قانون سازی کی ضرورت ہے۔

دی کامن کاز اور لوک نیتی-سی ایس ڈی ایس کی ایک رپورٹ نے انکشاف کیا ہے کہ کس طرح ہندوستان میں مسلمانوں کو غیر منصفانہ طور پر تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور حراست میں قتل کر دیا جاتا ہے، لیکن پولیس کو جوابدہ نہیں ٹھہرایا جاتا۔ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہلائے جانے والے ہندوستان میں مسلم اقلیت کو پولیس کے مظالم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک تازہ، پریشان کن رپورٹ نے مسلمانوں کو درپیش پولیس کی وحشیانہ بربریت کو اجاگر کیا ہے جس سے قانون نافذ کرنے والے اداروں میں مسلمانوں کے تئیں گہرے تعصبات کا انکشاف ہوتا ہے جو غیر منصفانہ تشدد، حراستی اموات اور وسیع پیمانے پر امتیازی سلوک کا باعث بنتے ہیں۔ دی کامن کاز اور لوک نیتی-سی ایس ڈی ایس کی "ہندوستان میں پولیسنگ کی صورتحال رپورٹ 2025 (ایس پی آئی آر) ایک پریشان کن حقیقت کو سامنے لاتی ہے کہ ملک میں پولیس کا تشدد ایک منظم شکل اختیار کر چکا ہے جس کا سب سے بڑا نشانہ مسلمان اور دیگر پسماندہ برادریاں ہیں، اس پر روک لگانا اور سدباب کرنا ضروری ہے۔ (مضمون نگار معروف صحافی، ادیب اور قومی و عالمی سیاسی امور پر گہری نگاہ رکھتے ہیں)

sarfarazahmedqasmi@gmail.com

نصاب کی زنجیریں اور مستقبل کی پرواز

آج کا سب سے بڑا المیہ یہ نہیں کہ ہمارے بچوں کے پاس ادارے نہیں بلکہ یہ ہے کہ ان کے پاس وہ تعلیم تربیت نہیں جو آنے والے کل میں انہیں زندہ، باوقار اور کامیاب رکھ سکے۔

آج ہم ایک ایسے دور میں زندہ ہیں جہاں دنیا مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل مہارت، تخلیقی سوچ، مسئلہ حل کرنے کی صلاحیت، اور بدلتے حالات کے مطابق سیکھنے کی طرف بڑھ چکی ہے۔ مگر ہمارے ہاں اب بھی کامیابی کا مطلب اکثر اچھے نمبر، لمبے جواب، یاد کیے ہوئے سوال، اور امتحان میں دہرائی گئی کتابی لائنیں سمجھا جاتا ہے۔

یہاں اصل دکھ صرف بچوں کا نہیں...

اصل کرب والدین کا بھی ہے۔

کیونکہ بے شمار پڑھے لکھے والدین خود ایک ایسی تعلیمی زمین پر کھڑے ہیں جہاں انہیں کبھی یہ سکھایا ہی نہیں گیا کہ بچے کو صرف کتاب نہیں، بلکہ زمانے کے مطابق شعور بھی دینا ہوتا ہے۔

انہیں ڈگری کی اہمیت تو بتائی گئی مگر ڈیجیٹل دنیا کی زبان نہیں سکھائی گئی۔

انہیں نصاب سمجھایا گیا مگر مستقبل کی ضروریات نہیں سمجھائی گئیں۔

اسی لیے آج بہت سے والدین اندر ہی اندر ایک عجیب بے بسی محسوس کرتے ہیں۔

وہ اپنے بچوں سے محبت تو بہت کرتے ہیں مگر اکثر یہ نہیں جانتے کہ انہیں کس سمت لے جائیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا بچہ کامیاب ہو مگر انہیں خود یہ سمجھ نہیں آتی کہ اب کامیابی کی تعریف بدل چکی ہے۔ آج دنیا ایسے بچوں کو آگے لا رہی ہے جو سوال کرتے ہیں، تخلیق کرتے ہیں، نئی چیزیں سیکھتے ہیں، ڈیجیٹل ٹولز سمجھتے ہیں، اپنی سوچ کو استعمال کرتے ہیں، اور صرف کتاب نہیں بلکہ زندگی کو پڑھنا جانتے ہیں۔

جبکہ ہمارے ہاں اب بھی بہت سے بچے صرف یہ سیکھ رہے ہیں کہ ''جو یاد کر لو گے، وہی نمبر بن جائیں گے'' حالانکہ آنے والا وقت پوچھے گا: ''جو سمجھا ہے، جو بنایا ہے، جو حل کیا ہے، جو ایجاد کیا ہے وہ کیا ہے؟'' یہی وہ مقام ہے جہاں ہمارے تعلیمی نظام کی کمزوری کھل کر سامنے آتی ہے۔ رٹا وقتی نمبر دے سکتا ہے، مگر مستقبل نہیں بنا سکتا۔ جو بچہ صرف یاد کرتا ہے، وہ سوال سے ڈرنے لگتا ہے۔ جو بچہ صرف نقل شدہ علم پر چلتا ہے، وہ نئی دنیا میں خود کو غیر محفوظ محسوس کرتا ہے۔

جو بچہ صرف کتاب کے جواب یاد کرتا ہے، وہ زندگی کے اصل سوالوں میں الجھ جاتا ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے بچوں کو صرف نصابی کامیابی نہ سکھائیں بلکہ انہیں یہ بھی سکھائیں کہ:

دنیا کیسے بدل رہی ہے،

ٹیکنالوجی کیسے کام کر رہی ہے،

مصنوعی ذہانت کیا ہے،

ڈیجیٹل اخلاقیات کیا ہیں،

آن لائن دنیا میں سچ اور جھوٹ میں فرق کیسے کرنا ہے، مسئلہ کیسے حل کرنا ہے،

اور اپنی ذہنی صلاحیت کو صرف محفوظ نہیں بلکہ ترقی یافتہ کیسے بنانا ہے۔

نفسیاتی طور پر بھی یہ تبدیلی بہت ضروری ہے۔

جو بچہ صرف حکم ماننے کی تربیت لیتا ہے، وہ اکثر تخلیقی نہیں بن پاتا۔

جو بچہ صرف غلطی سے ڈرنا سیکھتا ہے، وہ نئی چیز آزمانے کی ہمت کھو دیتا ہے۔

جو بچہ صرف نمبر کے لیے پڑھتا ہے، وہ سیکھنے کی خوشی سے محروم ہو جاتا ہے۔

آج کے دور میں بچے کو صرف ''اچھا طالب علم'' نہیں بلکہ ''ذہین، باشعور، تخلیقی، ڈیجیٹل طور پر سمجھدار، اور اخلاقی طور پر مضبوط انسان'' بنانا ضروری ہے۔

دینِ اسلام بھی ہمیں یہی سکھاتا ہے کہ علم صرف معلومات کا نام نہیں، بلکہ بصیرت، حکمت، فہم اور خیر کے راستے کو پہچاننے کا نام ہے۔ قرآنِ کریم کی پہلی وحی ہی ''اقرأ'' سے شروع ہوتی ہے، یعنی پڑھو۔ مگر یہ پڑھنا صرف الفاظ پڑھنا نہیں...

یہ زمانے کو سمجھنا، حقیقت کو پہچاننا، اور اللہ کی دی ہوئی عقل کو استعمال کرنا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟'' —— سورۃ الزمر: ۹ یہ آیت ہمیں صرف رسمی تعلیم کی طرف نہیں بلاتی... بلکہ ایسے شعور کی طرف بلاتی ہے جو انسان کو اندھی تقلید سے نکال کر بیداری کی طرف لے جائے۔ اس وقت والدین کے لیے سب سے اہم سوال یہ نہیں ہونا چاہیے کہ ''میرا بچہ کتنے نمبر لے رہا ہے؟'' بلکہ یہ ہونا چاہیے کہ ''میرا بچہ آنے والے دس سال بعد کی دنیا کے لیے کتنا تیار ہے؟''

یہاں چند حقیقت پسندانہ قدم بہت ضروری ہیں: اپنے بچوں کو صرف کتابی نصاب تک محدود نہ رکھیں۔ انہیں ڈیجیٹل ٹولز سے متعارف کروائیں۔ انہیں سوال کرنے دیں۔ انہیں مسئلہ حل کرنا سکھائیں۔ انہیں علم کے ساتھ ساتھ ڈیجیٹل زبان بھی سکھائیں۔ انہیں بتائیں کہ مصنوعی ذہانت دشمن نہیں، ایک ٹول ہے مگر اس ٹول کو سمجھداری، اخلاق اور مقصد کے ساتھ استعمال کرنا ضروری ہے۔

اور سب سے بڑھ کر خود بھی سیکھنا شروع کریں۔

کیونکہ سچ یہ ہے: آج کے والدین اگر سیکھنے سے رک گئے، تو کل کا بچہ زمانے سے پیچھے رہ جائے گا۔ آپ کو ماہر ہونے کی ضرورت نہیں بس جاگنے کی ضرورت ہے۔ آپ کو سب کچھ جاننے کی ضرورت نہیں بس یہ ماننے کی ضرورت ہے کہ دنیا بدل چکی ہے، اور اب بچوں کی تربیت بھی بدلنی ہو گی۔ آئیڈیل لائف کونسلنگ کی نصیحت

اپنے بچے کو صرف ڈاکٹر، انجینئر، یا نوکری کے خواب نہ دیں...

اسے سوچنے والا دماغ، فیصلہ کرنے والا شعور، ٹیکنالوجی کو سمجھنے والی نظر، اور انسانیت کو نہ بھولنے والا دل دیں۔ کیونکہ آنے والا زمانہ صرف ڈگری والوں کا نہیں ہو گا بلکہ ان لوگوں کا ہو گا جو سیکھنا، بدلنا، سمجھنا، اور تخلیق کرنا جانتے ہوں گے اور اگر آج بھی ہم نے صرف پرانے طریقوں کو کامیابی سمجھا تو کل ہمارے بچے ایک ایسی دنیا میں کھڑے ہوں گے جہاں نصاب ان کے ہاتھ میں ہو گا مگر زمانہ ان کے سامنے بہت آگے جا چکا ہو گا۔ سوال یہ نہیں کہ دنیا کہاں پہنچ گئی ہے سوال یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو کب جگائیں گے؟ کبھی آپ نے سوچا ہے کہ کچھ لوگ ظلم، سخت رویوں یا ٹاکسک ماحول میں رہتے ہوئے بھی وہاں سے نکلنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟

نفسیات میں مارٹن سیلگمین کی ایک مشہور ریسرچ جسے Learned Helplessness Experiment کہا جاتا ہے۔ یہ تجربہ انہوں نے کتوں پر کیا تھا جس میں کتوں کو ایک ایسی صورتحال میں رکھا گیا جہاں انہیں بار بار الیکٹرک شاک دیا جاتا تھا۔ شروع میں وہ اس تکلیف سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتے رہے ادھر ادھر بھاگے راستہ ڈھونڈا لیکن جب ہر کوشش ناکام ہوئی اور کوئی راستہ نہ ملا تو انہوں نے آہستہ آہستہ کوشش کرنا چھوڑ دی۔ پھر جب انہیں ایک ایسی جگہ منتقل کیا گیا جہاں وہ باآسانی اس تکلیف سے نکل سکتے تھے تب بھی وہ وہیں خاموش بیٹھے رہے کیونکہ ان کے اندر یہ یقین بن چکا تھا کہ بچنا ممکن نہیں۔

یہی Learned Helplessness والی کیفیت ہم انسانوں میں بھی نظر آتی ہے جب کوئی بار بار نظر انداز کیا جائے، اس کی بات نہ سنی جائے، اس کی کوششوں کی قدر نہ ہو یا وہ ٹاکسک لوگوں اور ماحول میں مسلسل رہتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ بولنا، سمجھانا اور لڑنا چھوڑ دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر حالات بدلنے کا موقع بھی ملے تب بھی وہ قدم نہیں اٹھا پاتا یا راستہ موجود بھی ہو تو اسے نظر نہیں آتا اور یہ کمزوری نہیں بلکہ مسلسل ذہنی تھکن اور مایوسی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ہمیشہ ہر صورتحال ایک جیسی نہیں رہتی اور ہم واقعی پھنسے نہیں ہوتے ہم صرف یہ مان چکے ہوتے ہیں کہ ہم نکل نہیں سکتے۔ یاد رکھیں ہر نیا موقع پرانا انجام نہیں لاتا بس ہمیں اپنے یقین کو بدلنے کی ضرورت ہوتی ہے اور حالات خود بدلنے لگتے ہیں۔

پیشکش قاری بختیار احمد اشرفی دہلی

غزل

حیرت زدوں کو اور بھی حیرت میں ڈال کر
رکھا ہے تیری یاد کو اب تک سنبھال کر

سینے سے آ رہی ہے مسلسل یہی صدا
جو جا چکا ہے اس کا نہ ہرگز ملال کر

آساں نہیں ہے وصل میں خود کو سنبھالنا
چلنا ہے اس ڈگر پہ تمہیں دیکھ بھال کر

کیسے عجیب شخص کو چاہا تھا میں نے بھی
خوشیاں منا رہا ہے وہ دل سے نکال کر

بندہ ہے اپنے رب کا تُو رب سے ہی مانگنا
اہلِ جہاں کے آگے نہ دستِ سوال کر

جن کو تھا میں نے چاہا دل و جان سے کبھی
پچھتا رہا ہوں ایسے ہی سانپوں کو پال کر

اک روز لوٹ آئے گا عالمؔ یقین رکھ
ہرگز نہ اپنے آپ کو غم سے نڈھال کر

آفتاب عالمؔ شاہ نوری
کروشی ضلع بلگام کرناٹک
8105493349